ماہنامہ محدث بنارس

www.mohaddis.org

سرپرست
عبداللہ سعود بن عبدالوحید

مدیر
مولانا محمد ابوالقاسم فاروقی

معاون مدیر
مولانا عبدالمتین مدنی

عدد مسلسل: ۳۹۷

جلد: ۳۵ ، شمارہ: ۱

ربیع الآخر ۱۴۳۸ھ = جنوری ۲۰۱۶ء

اس شمارہ میں

۱-درس قرآن	عبداللہ سعود بن عبدالوحید	۲
۲-درس حدیث	مولانا عبدالمتین مدنی	۷
۳-افتتاحیہ	معاون مدیر	۹
۴-علماء کا مقام ومرتبہ اوران کی...	ڈاکٹر عبدالرحمٰن السدیس	۱۲
۵-حدیث "فذلك له سهم .."	مولانا محمد یوسف مدنی	۱۹
۶-باری تعالی کے اسماء وصفات...	محمد حامد مدنی	۲۲
۷-عصمت دری کے واقعات......	عبداللہ صابر	۲۹
۸-شنقیط: سدا شاداب رہے	ڈاکٹر عبدالتواب خان	۳۶
۹-مسلم قیادت کا فقدان......	ابوصالح دل محمد سلفی	۴۱
۱۰-صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم..	حسان ابوالمکرّم	۴۳
۱۱-عالم اسلام	ظل الرحمٰن سلفی	۴۵
۱۲-اخبار جامعہ	شعبۂ اطلاعات ورابطہ عامہ	۴۶
۱۳-باب الفتاوی	دارالافتاء	۴۷

بدل اشتراک

- ہندوستان: **150** روپے
- بیرون ممالک: **40** ڈالر
- فی شمارہ: **15** روپے

اشتراک کے لیے ڈرافٹ مندرجہ ذیل نام سے بنوائیں

Name: **DAR-UT-TALEEF WAT-TARJAMA**
Bank: **ALLAHABAD BANK**
KAMACHHA, VARANASI
A/cNo.2**1044906358**
IFSC Code: ALLA0210547
SWIFT Code: ALLAINBBVAR

مراسلت کا پتہ

Darut Taleef Wat Tarjama
B.18/1-G, Reori Talab,
Varanasi - 221010

نوٹ: ادارہ کا مضمون نگار کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔

درس قرآن

”لا إله إلا الله محمد رسول الله“
اسلام کی بنیاد اور ہمارے ایمان کی کسوٹی ہے

عبداللہ سعود بن عبدالوحید

ایک سچے مومن کی پہچان یہ ہے کہ وہ اپنے خالق اور رب، اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار کرے اور ہر طرح کی عبادت اور بندگی کو اللہ کی ذات کے ساتھ خاص رکھے۔ اور محمد ﷺ کو اللہ کا رسول تسلیم کرتے ہوئے اپنی پوری تابعداری اور فرماں برداری رسول کے پیغام اور آپ کے فرامین کے ماتحت کردے، اور اس کے نزدیک سب سے محبوب اور پیاری شخصیت محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات وشخصیت ہو۔

صحابہ کرام آپ سے کیسی محبت کرتے تھے اس کی مثال حضرت عروہ بن مسعود ثقفی کا بیان ہے جو وہ جب کافر تھے اور صلح حدیبیہ کے موقع پر مکہ والوں کے نمائندہ بن کر اللہ کے رسول ﷺ کے پاس آئے تھے اور مکہ لوٹ کر سرداران قریش کے سامنے صحابہ کرام کا حال بیان کیا تھا:

"فقال يا قوم والله لقد وفدت على الملوك ...... الخ" (بخاری:۲۷۳۱) اے میری قوم کے لوگو! اللہ کی قسم میں بادشاہوں کے دربار میں گیا ہوں۔ قیصر، کسریٰ اور نجاشی کے پاس بھی وفد لے کر جا چکا ہوں۔ بخدا میں نے کسی بادشاہ کو نہیں دیکھا کہ اس کے ساتھی اس کی ایسی تعظیم کرتے ہوں جیسا کہ محمد کے ساتھی محمد کی کرتے ہیں۔ قسم کھا کر کہتے ہیں والله إن تنخم نخامة. کہ آپ جب کھکھارتے ہیں تو وہ کسی کے کف پر پڑتا ہے تو اس کو اپنے چہرہ وبدن پر مل لیتا ہے۔" وإذا أمرهم ابتدروا أمره" اور آپ جب کوئی حکم کرتے ہیں تو ہر کوئی اس کو کرنے کے لئے پہل کرتا ہے اور جب آپ وضو کرتے ہیں تو اس وضو کے پانی کے لیے لڑ پڑتے ہیں اور جب آپ بولتے ہیں تو آپ کے پاس اپنی آواز کو پست رکھتے ہیں اور آپ کی تعظیم میں آپ کی طرف نظر گڑا کر نہیں دیکھتے۔

یہ صحابہ کرام کا حال تھا۔ کیوں نہ ہوتا جب کہ اللہ کے رسول ﷺ کا فرمان ہے: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''لا يؤمن أحدكم حتى أكون أحب إليه من ولده ووالده والناس أجمعين''. (صحیح مسلم:۴۴) کوئی شخص اس وقت تک مؤمن نہیں جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کی اولاد اور اس کے والد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ رہوں۔

یہی بات اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بیان فرمائی ہے: ﴿قُلْ إِن كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَآؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُم

مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهِ فَتَرَبَّصُواْ حَتَّى يَأْتِيَ اللّٰهُ بِأَمْرِهِ وَاللّٰهُ لاَ يَهْدِيْ الْقَوْمَ الْفَاسِقِيْنَ﴾ (سورہ توبہ:۲۴)(اے نبی) آپ کہہ دیجئے کہ اگر تمہارے باپ دادا اور تمہارے لڑکے پوتے اور تمہارے بھائی بہن اور تمہاری بیویاں اور تمہارے کنبے قبیلے اور تمہارے کمائی کے مال ومنال اور وہ تجارت وکاروبار جس کی کساد بازاری کا تمہیں خوف رہتا ہے اور تمہارے وہ مکانات جو تم کو بڑے پسند ہیں اگر یہ (چیزیں) تمہیں اللہ سے اور اس کے رسول سے اور اس کی راہ میں جہاد سے بھی زیادہ محبوب ہیں تو تم انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا فیصلہ لے آئے اور اللہ فاسق لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

یعنی اگر اللہ اور اس کے رسول سے محبت سب پر مقدم نہ ہو تو یہ علامت فاسق لوگوں کی ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو آپ سے کتنی محبت تھی اس کا اندازہ ہم نہیں لگا سکتے، آپ بہت صاف دل تھے، ایک بار آپ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ چل رہے تھے، اللہ کے رسول ﷺ حضرت عمرؓ کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے، حضرت عمرؓ نے کہا کہ اے اللہ کے رسول آپ میرے نزدیک ہر چیز سے زیادہ محبوب ہیں مگر میری اپنی جان سے، اللہ کے رسول نے فرمایا نہیں اے عمر اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے تمہاری اپنی جان سے زیادہ میری محبت ہونی چاہئے، حضرت عمرؓ نے فوراً تسلیم کرلیا اور فرمایا کہ آپ میرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہیں میری اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز ہیں، تب آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں اے عمر اب بات ہوئی۔ یہ واقعہ حدیث کی کتابوں میں محفوظ ہے۔ (صحیح بخاری:۶۶۳۲)

صحابہ کرام رسول اللہ ﷺ سے بے انتہا محبت رکھتے تھے۔ آپ کے لئے مرمٹنا اپنی سعادت سمجھتے تھے۔ آپ کے ہر حکم کی تابعداری دل وجان سے کرتے۔ جن چیزوں سے آپ منع کر دیتے اس میں ہاتھ تک نہ لگاتے۔ اس کی بہت سی مثالیں صحابہ کی سیرت میں موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں واضح انداز میں فرمایا ہے: ﴿قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُونِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾ (سورہ آل عمران:۳۱)(اے نبی) لوگوں سے کہہ دو کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری تابعداری کرو اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہاری خطاؤں کو درگزر فرمائے گا، وہ بڑا معاف کرنے والا اور رحیم ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ کا شعر ہے:

لو كان حبك صادقا لأطعته　　　إن المحب لمن يحب مطيع

اگر تمہاری محبت سچی ہوتی تو آپ کی اطاعت کرتے۔ کیوں کہ یہ بات مسلم ہے کہ محبت کرنے والا اپنے محبوب کی باتوں کو مانتا ہے۔

آج کا مسلمان محبت رسول کا دعوی بڑھ چڑھ کر کرتا ہے، مگر اطاعت رسول سے غافل ہے۔ اس نے اپنی محبت کی پہچان ظاہری اعمال کو بنا لیا ہے مگر ''محمد رسول اللہ'' کے مفہوم پر غور نہیں کرتا۔ جشن میلاد بنانا، نعتیہ مشاعرہ کرنا، نعتیہ کلام کا مسابقہ کرانا، یوم میلاد کی خوشی منانا، چھتوں پر میلاد شریف کا جھنڈا لگانا، محبت رسول دکھانے کے لئے جلوس محمدی نکالنا، جشن

میلاد میں اور نمازوں کے بعد کھڑے ہوکر سلام پڑھنا اور ان سب کاموں کو اصل ایمان سمجھنا اور جو ان کاموں کو نہ کرے اس کے لئے گستاخ رسول اور خارج اسلام ہونے کا فتویٰ صادر کرنا اور اس سے دشمنی رکھنا اور اس سے سلام نہ کرنا اور کافر جیسا برتاؤ کرنا...... کہاں صحابہ کرام کے اعمال اور اسوۂ رسول اور کہاں کے یہ من گھڑت عقائد اور ظاہری محبت کا دعوی؟

رسول اللہ سے محبت کا معنی کیا ہے اس کے لئے جملہ انبیاء کرام اور ان کے ماننے والوں کے طریقہ پر بھی نظر ڈالنا ضروری ہے۔ایک سچا مسلمان وہی ہے جو محمد ﷺ کے ساتھ ساتھ جملہ انبیاء پر بھی ایمان رکھتا ہو۔گزشتہ قومیں اور ان کی طرف بھیجے گئے رسول اور ان کی تبلیغ ورسالت کے واقعات قرآن مجید میں مختلف انداز میں موجود ہیں جو ہمارے ایمان وعقیدہ کی پختگی ودرستی کے لئے کافی اہمیت رکھتے ہیں۔حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ایمان وتوکل کا تذکرہ، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل وفرعون کے واقعات، حضرت داؤد وسلیمان علیہما السلام کے قصے، حضرت نوح، یونس ولوط علیہم السلام اور ان کی قوم کے واقعات اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اللہ کے بیانات سے رسالت کے مقام ومرتبہ کا پتہ لگتا ہے۔اللہ کے آخری رسول محمد ﷺ کے بارے میں اللہ تعالی نے فرمایا:﴿قُلْ مَا كُنتُ بِدْعاً مِّنَ الرُّسُلِ وَمَا أَدْرِي مَا يُفْعَلُ بِي وَلَا بِكُمْ إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَى إِلَيَّ وَمَا أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ مُّبِينٌ﴾ (سورہ احقاف:۹) آپ کہہ دیجئے کہ میں رسولوں میں کوئی بالکل انوکھا رسول تو نہیں ہوں۔اور میں نہیں جانتا کہ کل میرے ساتھ کیا ہونا ہے اور تمہارے ساتھ کیا ہونا ہے، میں تو صرف اس وحی کی پیروی کرتا ہوں جو میرے پاس بھیجی جاتی ہے اور میں ایک صاف صاف خبردار کردینے والے کے سوا اور کچھ نہیں ہوں۔

غزوۂ احد کے بعد جب یہ خبر پھیلی کہ محمد ﷺ شہید کردیئے گئے اور بہت سے مسلمان گھبرا گئے تو اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَإِن مَّاتَ أَوْ قُتِلَ انقَلَبْتُمْ عَلَى أَعْقَابِكُمْ وَمَن يَنقَلِبْ عَلَى عَقِبَيْهِ فَلَن يَضُرَّ اللّهَ شَيْئاً وَسَيَجْزِي اللّهُ الشَّاكِرِينَ﴾ (سورہ آل عمران:۱۴۴) محمد اس کے سوا کچھ نہیں کہ بس ایک رسول ہیں، ان سے پہلے اور رسول بھی گزر چکے ہیں۔پھر کیا اگر وہ مرجائیں یا قتل کردیئے جائیں تو تم لوگ الٹے پاؤں پھر جاؤگے؟ یاد رکھو! جو الٹا پھرے گا وہ اللہ کا کچھ نقصان نہ کرے گا۔البتہ جو اللہ کے شکر گزار بندے بن کر رہیں گے انہیں اللہ اس کی جزا دے گا۔

اس آیت میں بھی پچھلے رسولوں کو یاد کرا کر محمد ﷺ کی شخصیت کو بتایا گیا ہے اور یہ بھی بتایا گیا کہ محمد ﷺ چاہے اپنی فطری موت سے دوچار ہوں یا شہید کرکے ختم کردیئے جائیں ہر دوصورت میں تمہاری کیا حالت ہونی چاہئے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور محبت رسول کا واقعہ گزرا۔حضرت عمر کا بیان لفظی نہیں تھا، آپ دل وجان سے رسول اللہ ﷺ کو چاہتے تھے۔آپ کے انتقال کی خبر پہنچتی ہے، بے حال ہوجاتے ہیں کہ نبی مر نہیں سکتے جو کوئی کہے گا کہ محمد مر گئے میں اس کو قتل کردوں گا۔حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خبر پہنچی۔سب سے پہلے آپ نے اللہ کے رسول کی زیارت کی، چہرہ انور سے

چادر ہٹایا اور جھک کر پیشانی مبارک پر بوسہ دیا اور فرمایا کہ اللہ آپ پر دو موت طاری نہیں کرے گا۔ ایک موت جو آپ کے لئے لکھی تھی وہ طاری ہوچکی ہے۔ اس کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مسجد میں تشریف لے گئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ لوگوں سے مخاطب تھے، آپ نے حضرت عمر سے کہا عمر بیٹھ جاؤ، نہیں بیٹھے، آپ نے حمد وثنا کے بعد اما بعد کہا اور فرمایا: ''مَنْ كَانَ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا فَإِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ وَمَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللّٰهَ فَإِنَّ اللّٰهَ حَيٌّ لَا يَمُوتُ''. لوگو! جان لو جو کوئی محمد کی پوجا کرتا تھا تو محمد مرچکے ہیں اور جو کوئی اللہ کی عبادت کرتا ہے تو اللہ زندہ ہے وہ نہیں مرے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ'' آپ نے یہ پوری آیت تلاوت فرمائی۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر کا اس آیت کا پڑھنا کیا تھا کہ ہر کسی کی زبان پر بس یہی آیت جاری ہوگئی جو سنتا اسی کو پڑھنے لگتا۔

حضرت سعید بن مسیّب نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بیان نقل کیا ہے کہ عمر کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر کی زبان سے اس آیت کو سننے کے بعد میں کانپ اٹھا، میرے پاؤں میرے قابو میں نہ تھے میں دھیرے سے زمین پر بیٹھ گیا۔ ایسی محبت ایمان کی نشانی ہے۔ اور یہی محبت ہر مسلمان کو کرنا چاہئے۔ آپ کی وفات کے بعد کئی مسائل میں اختلاف ہوا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جو بھی حدیث رسول پیش فرماتے تمام صحابہ فوراً اپنا سر تسلیم خم کردیتے۔ یہی محمد ﷺ کی وصیت ہے کہ: ''إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ'' اگر تم (سچ مچ) اللہ سے محبت کرتے ہو تو (محبت کا تقاضا ہے کہ) میری اتباع کرو تم سے اللہ محبت کرے گا۔

محبت رسول کا تقاضا یہی ہے کہ ہم اللہ کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنے کے لئے آپ کی اطاعت کریں، آپ کی باتوں کو مانیں اور آپ کی مرضی کے خلاف کوئی کام نہ کریں۔ اللہ نے رسولوں کو اسی لئے مبعوث فرمایا ہے کہ ان کی اطاعت کی جائے۔ رسولوں کی سچائی ثابت کرنے کے لیے اللہ نے ان کو معجزے عطا فرمائے۔ تمام اولوالعزم رسولوں کو اللہ نے معجزوں سے تائید فرمائی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مٹی سے چڑیا بناتے اور اس میں پھونک مارتے وہ چڑیا بن جاتی، مادرزاد اندھے اور کوڑھی کو اچھا کردیتے، مردوں کو زندہ کردیتے، لوگ جو کھاتے اور اپنے گھروں میں ذخیرہ رکھتے وہ سب بتادیا کرتے تھے۔ یہ سب اللہ کی طرف سے ہوتا تھا۔ (دیکھو: سورہ آل عمران: ۴۹) ہمارے نبی محمد ﷺ کو بھی اللہ نے بہت سے معجزے عطا فرمائے۔ آپ کی انگلی کے اشارے سے چاند کے دوٹکرے ہوگئے۔ آپ کی انگلی سے پانی نکلا، لوگوں نے سیراب ہوکر پیا۔ آنے والی بہت سی چیزوں کو آپ نے بتلایا۔ قبروں کے اندر مردوں سے گفتگو کی اور بھی بہت سی چیزیں ہیں جن کو اللہ نے آپ کو عطا فرمائی تھیں۔ آپ اللہ کے آخری پیغمبر اور امام الانبیاء ہیں، آپ کا مقام سب سے بلند اور سب سے اعلیٰ ہے، آپ سید البشر ہیں۔ ان تمام خوبیوں اور خصوصیات کے ساتھ ہمارے نزدیک سب سے محبوب اور عزیز ہیں۔

محبت کا تقاضا ہے کہ مسلمان آپ کی ہر بات کو اپنے سر آنکھوں پر رکھے۔ صحابہ کرام اکثر کہا کرتے تھے: فداك أبي وأمي. میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ آج ہمارا دل چاہتا ہے کہ ہم محبت کے اظہار میں ایسا کام کردکھائیں جو دنیا میں کسی

محبوب کے ساتھ نہ ہوا ہو مگر آپ کا حکم سر آنکھوں پر۔ میلا دمنانا، جلوس نکالنا، جھنڈا لگانا، نعرہ لگانا یہ سب دوسری قومیں بھی اپنے قائد کے لئے کرتی ہیں۔ ہمارے نبی تو ان سے اعلیٰ و برتر ہیں۔ جب صحابہ کرام نے اور ان کے بعد ائمہ دین نے ایسا کام نہ کیا تو ہم کیوں کریں؟ اللہ نے بتایا کہ محبت ہے تو اطاعت و فرمانبرداری میں محبت دکھاؤ، جو کام آپ نے پسند نہ کیا ہو اس کو کرنا محبت رسول کی علامت نہیں ہو سکتی۔

صحیح بخاری (۳۴۴۵) میں ہے، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو سنا، وہ منبر پر کھڑے ہو کر کہہ رہے تھے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ: "لا تطرونی کما أطرت النصاری ابن مریم فإنما أنا عبده فقولوا عبد الله ورسوله" میری مدح بیان کرنے میں غلو مت کرو، جس طرح نصاریٰ نے ابن مریم کی تعریف میں غلو کر رکھا ہے، تم لوگ سن لو میں صرف اللہ کا بندہ ہوں اس لئے تم لوگ ''عبداللہ ورسولہ'' کہا کرو۔

اسی طرح صحیح بخاری (۳۴۱۶) میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "لا ینبغی لعبد أن یقول أنا خیر من یونس بن متی" کسی کے لئے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ یہ کہے میں یونس بن متی سے بہتر ہوں۔ (حضرت یونس علیہ السلام کو مچھلی نے نگل لیا تھا)

اسی طرح اس حدیث پر بھی غور فرمائیں صحیح بخاری (۳۴۱۴) میں واقعہ مذکور ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ ایک یہودی اپنا مال بیچ رہا تھا، اسے کوئی چیز ناپسند لگی اس نے کہا کہ ''نہیں لوں گا اس ذات کی قسم جس نے موسیٰ کو انسانوں میں فضیلت عطا کی ہے'' ایک انصاری اس کی بات سن کر اٹھا اور اس کے چہرہ پر ایک تھپڑ مارا اور کہا کہ نبی ﷺ ہمارے بیچ موجود ہیں اور تو کہتا ہے کہ "والذی اصطفی موسی علی البشر" وہ اللہ کے رسول کے پاس پہنچا اور کہا کہ اے ابوالقاسم میں آپ کا ذمی ہوں اور آپ نے ایک عہد کیا ہے۔ فلاں کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں جس نے میرے چہرے پر طمانچہ مارا ہے۔ آپ نے صحابی سے پوچھا اس کے چہرہ کو کیوں مارا؟ اس نے پورا واقعہ بیان کیا۔ آپ ﷺ غصہ سے لال ہو گئے (راوی بیان کرتے ہیں کہ آپ کا غصہ چہرہ سے ظاہر تھا) پھر آپ نے فرمایا: "لا تفضلوا بین أنبیاء الله" اللہ کے نبیوں کے مابین فضیلت کی بات نہ کیا کرو، فإنه ینفخ فی الصور ......الخ۔ سنو (قیامت واقع ہوگی) صور میں پھونکا جائے گا پس جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب بے ہوش ہو جائیں گے إلا من شاء اللہ مگر جس کو اللہ چاہے پھر دوبارہ صور پھونکا جائے گا اور میں پہلا شخص ہوں گا جو اٹھوں گا۔ اسوقت موسیٰ علیہ السلام عرش کو پکڑے ہوئے ہوں گے۔ میں نہیں جانتا کہ آیا وہ کوہ طور کی بے ہوشی کے بدلہ بچالئے گئے ہوں گے "أم بعث قبلی" یا مجھ سے پہلے ہی اٹھ چکے ہوں گے۔

''لا إله إلا الله محمد رسول الله'' اسلام کے ان پانچ ستونوں میں سے پہلا ستون ہے جس پر اسلام کی بنیاد قائم ہے۔ اس کلمہ کے مفہوم کو سمجھنا اور اس کے تقاضے کو پورا کرنا ایک مسلمان کا فرض ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم کو سچا مسلمان بنائے، آمین۔ ☆☆

درس حدیث

سعادت مند کون؟

مولانا عبدالمتین مدنی

عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بنِ مِحصَن الخطمي رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ أَصْبَحَ مِنْكُمْ آمِنًا فِي سَرْبِهِ مُعَافىً فِي جَسَدِهِ عِنْدَهُ قُوتُ يَوْمِهِ فَكَأَنَّمَا حِيزَتْ لَهُ الدُّنْيَا. (سنن الترمذی ح:۲۳۴۶، صحیح سنن الترمذی ح:۱۹۱۳)

عبیداللہ بن محصن الخطمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے جس نے صبح کی اس حال میں کہ وہ اپنے بال بچوں میں امن وامان، جسمانی اعتبار سے صحت منداور اس دن کی روزی اس کے پاس موجود ہے تو گویا اسے پوری دنیا دے دی گئی۔

اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں انسانوں کو اپنی بے شمار نعمتوں سے نوازا ہے، ان میں سے بعض کو ہم محسوس کرتے ہیں اور بعض ایسی بھی ہیں جو ہمارے شعورو ادراک سے باہر ہیں، قرآن وحدیث میں متعدد نعمتوں کو ذکر کیا گیا ہے جس کا مقصد وعظ وتذکیر ہے اور تشکر وامتنان کی ترغیب بھی تاکہ بندہ اپنے منعم حقیقی کا شکر گزار رہے، نعمتوں کو اس کی اطاعت کے کاموں میں صرف کرے اور ان سے اس کی نافرمانی کے کام نہ لے۔

مذکورہ بالا حدیث میں تین اہم نعمتوں کا بیان ہے، یہ ایسی نعمتیں ہیں جن کے بغیر اس دنیاوی زندگی کا لطف ومزہ حاصل نہیں ہوسکتا۔

امن وامان اللہ تعالیٰ کی کتنی بڑی نعمت ہے اگر امن نہ ہوتو کوئی اپنے گھر سے کیونکر نکلے اور دنیا کا کام کاج کیسے چلے، موجودہ دور میں تو ایک انسان امن کے بغیر اپنے گھر میں بھی محفوظ نہیں، کیمروں کی نظر اور ہتھیاروں کی ہلاکت خیزی کی کوئی حد نہیں رہ گئی ہے۔

قرآن کریم کی متعدد آیتوں میں اللہ نے اپنی اس نعمت کو بیان کیا ہے، فرمایا: ﴿الَّذِينَ آمَنُواْ وَلَمْ يَلْبِسُواْ إِيمَانَهُم بِظُلْمٍ أُوْلَـئِكَ لَهُمُ الأَمْنُ وَهُم مُّهْتَدُونَ﴾ (الانعام:۸۲) جولوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان کو شرک کے ساتھ مخلوط نہیں کرتے، ایسوں ہی کے لیے امن ہے اور وہی راہ راست پر چل رہے ہیں۔ یعنی اہل توحید نعمت امن سے نوازے جاتے ہیں۔ نیز فرمایا: ﴿أَلا إِنَّ أَوْلِيَاء اللّهِ لاَ خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلاَ هُمْ يَحْزَنُونَ﴾ (یونس:۶۲) یادرکھو اللہ کے دوستوں پر نہ کوئی اندیشہ ہے اور نہ وہ غمگین ہوتے ہیں۔ اللہ کے اولیاء کو خصوصیت کے ساتھ امن فراہم کیا جاتا ہے، قریش مکہ کو بھی اللہ نے اپنی یہ نعمت یاد دلائی ﴿فَلْيَعْبُدُوا رَبَّ هَذَا الْبَيْتِ، الَّذِي أَطْعَمَهُم مِّن جُوعٍ وَآمَنَهُم مِّنْ خَوْفٍ﴾ (قریش:۳-۴) پس انہیں چاہیے کہ اسی گھر کے رب کی عبادت کرتے رہیں، جس نے انہیں بھوک میں کھانا دیا اور ڈر (اور خوف) میں امن (وامان) دیا۔

اسی طرح قرآن مجید کی متعدد آیتوں میں فساد فی الارض سے منع کیا گیا ہے اس کا مقصد بھی امن وامان کا قیام ہے، اللہ کے رسول ﷺ صبح وشام کے اذکار میں حصول امن کے لئے دعائیں کیا کرتے تھے۔ ان دلائل سے امن کی اہمیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

اس حدیث میں مذکور دوسری نعمت صحت وعافیت ہے، صحت اللہ کا عظیم عطیہ ہے اور اس کی حفاظت شرعاً مطلوب ہے اور

اللہ کے رسول ﷺ بڑی پابندی کے ساتھ صحت وعافیت کے لئے دعائیں کرتے تھے، ایک موقع پر آپ نے اپنے منبر سے فرمایا:"سلوا الله العافية فإن أحدكم لم يعط بعد اليقين خيرا من العافية" تم لوگ اللہ سے عافیت کا سوال کرو اس لئے کہ تم کو ایمان کے بعد عافیت سے بہتر کوئی نعمت نہیں دی گئی۔(صحیح سنن الترمذی ح:۲۸۲۱)

ایک مشہور حدیث میں آپ ﷺ نے صحت وعافیت کی قدر کرنے اور اس سے فائدہ اٹھانے کی ترغیب دی ہے:اغتنم خمسا قبل خمس...... وفيه صحتك قبل سقمك" (صحیح الجامع الصغیر، ح:۱۰۷۷) پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت جانو اور اسی حدیث میں ہے تندرستی کو بیماری سے پہلے غنیمت جانو۔

لیکن اس کے باوجود کتنے لوگ ایسے ہیں جو اس نعمت کی قدر نہیں کرتے، کھانے پینے کی بے اعتدالی یا خلاف فطرت معمولات اختیار کر کے اپنی صحت گنوا دیتے ہیں پھر پچھتاتے ہیں لیکن اب پچھتانے سے کیا حاصل۔ سچ فرمایا صادق ومصدوق علیہ السلام نے:"نعمتان مغبون فيهما كثير من الناس الصحة والفراغ" دو ایسی نعمتیں ہیں جن کے بارے میں اکثر لوگ نقصان کے شکار ہیں: فرصت اور صحت۔(صحیح بخاری:۶۴۱۲)

اس لئے اس نعمت کی قدر کرنی چاہئے، اس کی حفاظت کا انتظام کرنا چاہئے اور اسے مفید وبامقصد کاموں میں صرف کرنا چاہئے ورنہ جب یہ نعمت رخصت ہونے لگے گی اور اعضاء وجوارح اپنی طاقت کھونے لگیں گے پھر اس کو بچانا مشکل ہو جائے گا۔

اس حدیث میں ذکر کی گئی تیسری نعمت رزق ہے، اس کائنات میں ہر جاندار کو روزی اللہ دیتا ہے، کسی کو زیادہ دیتا ہے اور کسی کو کم اس کی حکمت وہی علیم وخبیر جانتا ہے۔ ہاں اس نے رزق کشادہ ہونے کے اسباب بتلا دیئے نیز تنگ ہونے کے اسباب بھی اور یہ بھی بتلا دیا کہ محض اپنی محنت اور تدبیر سے رزق حاصل نہیں کی جا سکتی لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ رزق کے حصول کے لئے محنت صرف نہ کی جائے:﴿هُوَ الَّذِىْ جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ ذَلُولاً فَامْشُوا فِىْ مَنَاكِبِهَا﴾ (الملک:۱۵) وہ ذات جس نے تمہارے لیے زمین کو پست ومطیع کر دیا تا کہ تم اس کی راہوں میں چلتے پھرتے رہو۔

اگر اللہ نے کسی کو نپی تلی روزی دی ہے تو اسے حرص وہوس کا شکار نہیں ہونا چاہئے بلکہ صبر وقناعت سے کام لینا چاہئے۔ فرمان نبوی ہے:"قد أفلح من أسلم ورزق كفافا وقنعه الله بما آتاه" یقیناً وہ کامیاب شخص ہے جس نے اسلام قبول کیا اور برابر سرابر روزی دیا گیا اور اللہ نے اسے اسی روزی پر قانع بنا دیا۔(صحیح سنن الترمذی:۱۹۱۴) نیز آپ ﷺ یہ دعا بھی کیا کرتے تھے:"اللهم اجعل رزق آل محمد قوتا" اے اللہ تو آل محمد کو برابر سرابر روزی دے۔(صحیح بخاری ح:۶۴۶۰، صحیح مسلم ح:۱۰۵۵) اس لئے اگر کسی کو اتنی روزی میسر ہے جس سے اس کی روزمرہ کی بنیادی ضرورتیں پوری ہو جاتی ہیں تو یہ اللہ کی بڑی نعمت ہے کہ وہ بھوکا تو نہیں جبکہ اس دنیا میں کتنے لوگوں کو دو وقت کی روزی میسر نہیں ہے اس لئے ایسے لوگ ہرگز ہرگز ناشکری کا مظاہرہ نہ کریں کہ اتنی روزی ان کو حاصل ہے جس سے آج کا گزارا ہو جائے گا کل کا مالک اللہ ہے۔جس ذات نے آج روزی فراہم کی ہے وہی کل بھی فراہم کرے گا ان شاء اللہ۔

علامہ مناوی لکھتے ہیں:"جسے اللہ تعالیٰ صحت وعافیت، امن وامان، بقدر ضرورت روزی اور بال بچوں کی سلامتی جیسی نعمتیں فراہم کر دے تو گویا اسے اللہ نے ساری نعمتوں سے نواز دیا اس لئے کہ جو زمین کا حاکم ہوتا ہے اسی بھی یہی نعمتیں حاصل رہتی ہیں ان کے علاوہ دوسری نہیں اس لئے مناسب ہے کہ ہر نیا دن کا استقبال نعمتوں کے شکرانے سے کرے اور اسے اللہ کی اطاعت میں صرف کرے، اس کی معصیت سے بچے اور اس کے ذکر میں کوتاہی نہ کرے"۔(فیض القدیر:۶/۸۸) ☆☆

افتتاحیہ

کرو مہربانی تم اہل زمیں پر

معاون مدیر

رب کریم ورحیم نے اپنی رحمت کو سو حصوں میں تقسیم کیا، ننانوے حصے اپنے پاس رکھا اور ایک حصہ اپنی مخلوقات کے درمیان تقسیم کر دیا۔ انسانوں اور جانوروں میں پائی جانے والی ہمدردی اور رحمدلی اسی رحمت الٰہی کا مظہر ہے، مروت ورحمدلی انسان کو اخلاق کریمہ کا پیکر بناتی ہے جبکہ قساوت وسنگ دلی اسے ظالم اور بدبخت بنا دیتی ہے۔ قرآن کریم میں رب کریم نے اسے اپنی صفت قرار دیا ہے، اپنے حبیب کی صفت اور حبیب کے اصحاب کی بھی۔ قرآن کریم کی سب سے زیادہ پڑھی جانے والی آیت بسم اللہ الرحمٰن الرحیم میں اس صفت کو دو صیغوں کے ساتھ ایک ساتھ بیان کیا گیا ہے اگرچہ دونوں صیغے الرحمٰن اور الرحیم الگ الگ معنی پر دلالت کرتے ہیں۔ شاید ہی کسی آیت میں اللہ کی ایک صفت کو دو صیغوں کے ساتھ ایک ساتھ ذکر کیا گیا ہو۔ اس سے اس صفت کی اہمیت اور رب کریم کے بے پایاں رحمت کا اندازہ لگا کر ایک مسلمان کو کتنا سکون حاصل ہوتا ہوگا اور اس رحمت کا سزاوار بننے کی امید کس قدر بڑھ جاتی ہوگی نیز یہ حدیث قدسی بھی "إن رحمتي سبقت غضبي" گناہگاروں کو حوصلہ دیتی ہے اور مایوس دلوں میں رحمت کی آس جگا دیتی ہے۔

قرآن کریم میں اللہ نے اپنے بندوں پر اپنی رحمت کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وَلاَ تَقْتُلُواْ أَنفُسَكُمْ إِنَّ اللّهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيماً﴾ (نساء: ۲۹) اور اپنے آپ کو قتل نہ کرو یقیناً اللہ تعالیٰ تم پر نہایت مہربان ہے۔ نیز اپنے رسول کا یہی وصف ذکر کیا ﴿لَقَدْ جَاءكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِينَ رَؤُوفٌ رَّحِيمٌ﴾ (التوبۃ: ۱۲۸) تمہارے پاس ایک ایسے پیغمبر تشریف لائے جو تمہاری ہی جنس سے ہیں، جن کو تمہاری مضرت کی بات نہایت گراں گذرتی ہے، جو تمہاری منفعت کے بڑے خواہش مند رہتے ہیں، ایمانداروں کے ساتھ بڑے ہی شفیق اور مہربان ہیں۔ اور یہ بھی واضح کر دیا کہ رسول کی نرمی ورحمدلی کا سبب وہ خصوصی رحمت ہے جو رب کریم کی جانب سے آپ کو نوازی گئی ہے ﴿فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّهِ لِنتَ لَهُمْ﴾ (آل عمران: ۱۵۹) اللہ کی رحمت کے باعث آپ ان پر رحم دل ہیں۔ اور رسول کے صحابہ کی شان میں ارشاد فرمایا: ﴿ مُّحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاء عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاء بَيْنَهُمْ﴾ (الفتح ۲۹) محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں کافروں پر سخت ہیں، آپس میں رحم دل ہیں۔ اہل ایمان کو اس بات کی تاکید کی گئی ہے کہ اگر تم رحمت الٰہی کے مستحق بننا چاہتے ہو تو زمین والوں پر رحم کرو "ارحم من في الأرض يرحمك من في السماء" (صحیح الجامع: ۲۱۶/۱) من فی الارض میں جو عموم ہے وہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ مسلم، غیر مسلم، انسان

وحیوان سب ہماری نظر رحمت وعنایت کے مستحق ہیں۔ ہمارے اسوہ وقدوہ جناب محمد رسول اللہ ﷺ رحمۃ للعالمین کے منصب پر سرفراز تھے اور آپ کی رحمت ومروت سب کے لئے عام تھی، کتنے مواقع پر آپ نے اپنے دشمنوں کو بھی اپنی اس خوبی سے محروم نہیں رکھا۔ بدر کے قیدیوں کے ساتھ آپ کا رحمدلانہ برتاؤ اور فتح مکہ کے موقع پر کفار مکہ کو عام معافی "لا تثريب عليكم اليوم اذهبوا أنتم الطلقاء" اس کی زندہ وتابندہ مثال ہے۔

اسی طرح ذبح کئے جانے والے جانوروں کے بارے میں آپ کا یہ فرمانا "إذا قتلتم فأحسنوا القتلة وإذا ذبحتم فأحسنوا الذبح وليحد أحدكم شفرته وليرح ذبيحته" (سنن ابی داود، ح:۲۸۱۴) رحم وکرم کی کتنی اعلیٰ ترین ہدایت ہے کہ ایسے جانور کو ہرگز تڑپا تڑپا کر نہ مارا جائے، جس پر چھری پھیری جارہی ہے بلکہ اس موقع پر بھی انہیں راحت پہنچانے کی کوشش کی جائے۔

سیرت طیبہ کا یہ واقعہ بھی کتنا دلچسپ ہے کہ ایک اونٹ آپ کے پاس آکر اپنے مالک کی شکایت کرتا ہے اور آپ اس کے مالک کو بلاکر سرزنش کرتے ہیں نیز ایک بلی جس کی مالکن اس کو باندھ کر رکھتی ہے، اس کے کھانے پینے کا انتظام نہیں کرتی اور اس کی وجہ سے وہ جہنم کی مستحق بنتی ہے۔ یہ سارے دلائل جانوروں کے ساتھ محبت، مروت اور رحمدلی کا مظاہرہ کرنے کی تعلیم دیتے ہیں۔

اسی طرح وہ لکڑی جس کے سہارے اللہ کے رسول ﷺ خطبہ دیا کرتے تھے منبر بننے کے بعد جب آپ نے اسے استعمال نہیں کیا تو آواز کے ساتھ رو پڑی جب آپ رونے کی آواز سنی تو آپ سے رہا نہ گیا۔ اس لکڑی کے لیے بھی آپ کی رحمت جوش میں آگئی، اس پر اپنا دست شفقت رکھ دیا۔ اور بعض روایتوں میں ہے کہ اسے آپ نے چمٹا لیا تب وہ خاموش ہوئی۔

نماز جیسی مہتم بالشان عبادت اور امامت جیسا عظیم فریضہ ادا کرنے کے دوران جب آپ کسی بچہ کے رونے کی آواز سن لیتے تو اسے ہلکی کردیتے، یہ آپ کی شفقت اور رحمدلی کا حال تھا۔

صحابہ کرام میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ سے سب سے زیادہ قریب تھے، اس قربت کی وجہ نبی ﷺ کے لئے ان کی جانثاری اور خوبیاں تھیں اور ان خوبیوں میں ایک بڑی خوبی حضرت ابوبکر کی نرمی ورحمدلی تھی جس کی قدردانی رسول بھی کرتے تھے۔

اللہ کے رسول ﷺ نے متعدد حدیثوں میں اپنی امت کو نرمی اور رحمدلی اختیار کرنے کی ترغیب دلائی ہے، ارشاد نبوی ہے: "من نفس عن مؤمن كربة من كرب الدنيا نفس الله عنه كربة من كرب يوم القيامة" (صحیح الجامع: ۱۱۱۹/۲)

اس وقت ہم جاڑے کے موسم سے گزر رہے ہیں، یہ موسم خیر وبرکت کے ساتھ پریشانیاں بھی لے کر آتا ہے خاص طور سے کمزور وبوڑھے افراد، کم سن بچے اور بے زبان جانوروں کا برا حال ہوتا ہے۔ وہ سردی کے اس موسم میں اہل کرم کی نظر عنایت کے منتظر ہوتے ہیں، گھروں کے اندر بوڑھے والدین جو اپنی ہمت سے اس موسم کا مقابلہ کرتے ہیں اور گرم کپڑے اور سردی سے حفاظت کرنے والے جدید وسائل کی فرمائش کرکے بچوں کو زیر بار نہیں کرتے مگر کبھی کبھی ان کی ہمت بھی جواب دے جاتی ہے اور وہ سردی کھا کھا کر بیمار پڑ جاتے ہیں، یہ سب سے زیادہ توجہ اور رحم کے مستحق ہیں۔

سردی کے موسم میں کم سن بچوں کی حالت قابل رحم ہوتی ہے، کمزور جسم سردی برداشت نہیں کرسکتا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان کے بارے میں والدین کی بے توجہی انہیں مزید خرچ میں ڈال دیتی ہے اور زحمت الگ اٹھانی پڑتی ہے اس لئے توجہ دے کر انہیں سردی سے بچایا جائے اور "الوقاية خير من العلاج" کا نسخہ اختیار کیا جائے۔

گھر کے باہر محلّہ اور آس پاس میں ضرورت مند افراد کی خبرگیری بھی ہمارا دینی فریضہ ہے۔ سردی کے موسم میں کسی کے پاس گرم کپڑے نہیں تو کوئی کمبل یا رضائی کو ترستا ہے، ٹھنڈ سے کپکپاتا ہوا رات کاٹتا ہے تو کسی کا گھر کچا اور غیر محفوظ ہے، کواڑ اور کھڑکیوں سے سرد ہوائیں آتی رہتی ہیں جو مسام سے ہوکر ہڈیوں کو کاٹتی ہیں۔ کوئی سخت سردی کی وجہ سے گھر سے باہر نہیں نکل پاتا کہ دو وقت کی روٹی کا اپنے اور بال بچوں کے لئے انتظام کرلے تو کوئی اپنی بیماری کو لے کر پریشان ہے کہ علاج کے لئے پیسہ اور نہ سردی سے بچاؤ کے لئے کوئلہ یا لکڑی۔ کیا یہ بے سہارا افراد ہماری نظر کرم کے محتاج ہیں، کیا ان پر ترس کھا کر ان کی مدد کرنا ہمارا فریضہ نہیں اگر ہم ان کے ساتھ رحم وکرم کا معاملہ نہیں کرتے تو رب کریم کی رحمت کے مستحق کیسے بنیں گے۔

انسانوں کے ساتھ ساتھ اس موسم میں بے زبان جانوروں کا بھی خیال رکھنا چاہئے۔ گلیوں اور سڑکوں پر الاؤ کا انتظام کر دینا بھی ایک بڑا کام ہے اس سے راہگیر اور جانور سب فائدہ اٹھائیں گے جانوروں کے مالکان کو بھی چاہئے کہ وہ انہیں مناسب وگرم جگہوں پر رکھیں اور ان کی صحت کا پورا خیال رکھیں۔

الغرض یہ کہ جس طرح اہل ثروت اپنے اور بال بچوں کی سردی سے حفاظت کا انتظام کرتے ہیں اسی طرح انہیں ضرورت مندوں کی بھی فکر ہونی چاہیے، ان کے لیے ہمارا دل نرم ہونا چاہیے تاکہ دعاؤں کے ساتھ اس کے کھلنے والے لب ہمارے لیے رحمت الٰہی کے دروازوں کو کھول دیں اور ہم رحیم وکریم کی رحمت وکرم سے مالا مال ہوجائیں۔

☆☆☆

علماء کا مقام ومرتبہ اوران کی ذمہ داریاں

خطبہ حرم بتاریخ: ۲۲/ ۵/ ۱۴۳۶ھ = ۱۳/ ۳/ ۲۰۱۵ء

خطبہ: عالی جناب ڈاکٹر عبدالرحمن بن عبدالعزیز السدیس
صدر اعلی رئاست عامہ برائے امور حرمین شریفین وامام وخطیب مسجد حرام

ترجمہ: ڈاکٹر عبدالمنان محمد شفیق
مدرس اُم القری یونیورسٹی، مکہ مکرمہ

پہلا خطبہ:

بے شک ہر طرح کی تعریف اللہ ہی کے لئے ہے، ہم اسی کی تعریف کرتے ہیں، اسی سے مدد چاہتے ہیں، اسی سے مغفرت طلب کرتے ہیں اوراسی سے توبہ کرتے ہیں۔ وہ ذات پاک ہے جس نے اپنے بندوں کے درمیان تفاوت وفرق کیا، اور جس نے دنیا وآخرت دونوں میں بعض کو بعض پر فضیلت دی۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں ہے وہ تنہا ہے اس کا کوئی ہمسر نہیں ہے جس نے دلوں کو علم سے منور کردیا، اور علماء کے ذریعہ مصیبتوں اور حوادث کو دور کیا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے پیشوا اور نبی محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں ایسے فضل وکرم والے ہیں جس کی رغبت اور خواہش کی جاتی ہے اور آخری ہدایت والے ہیں جو مطلوب ومقصود ہے، اے اللہ تو آپ ﷺ پر رحمت وسلامتی نازل فرما اور آپ ﷺ کے اہل خانہ پر اور آپ ﷺ کے صحابیوں پر اور تابعین پر اور ان سب پر جو ان کی احسان وبھلائی کے ساتھ قیامت کے دن تک اتباع کریں ان سب پر اے رب بہت زیادہ سلامتی نازل فرما۔

حمد وصلاۃ کے بعد:

اے بندگان الہی! میں اپنی ذات کو اور آپ کو ایمانی عطر سے معطر ایک نصیحت کرتا ہوں، اور وہ اللہ کا تقوی ہے۔ فرمان الہی ہے: {يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ} (توبہ/ ۱۱۹) اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچے لوگوں کا ساتھ دو۔ ایک عربی شاعر کہتا ہے کہ جو اللہ سے ڈرے گا تو وہ اس کی مشکل کو آسان کردے گا، اور تقوی کی وجہ سے اللہ تعالی اس کا اجر وثواب بھی بڑھادے گا۔

اے مسلمانو! یہ ایک پختہ اور متفق علیہ بات ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالی کے اپنے بندوں پر بہت زیادہ احسانات ہیں جو پے درپے اور جاری ہیں، اور اللہ کی اپنے بندوں پر سب سے عظیم نعمت یہ ہے کہ اس نے ان کے پاس انہیں میں سے ایک رسول بھیجا جو اللہ کی آیات کو ان پر تلاوت کرتا ہے، ان کا تزکیہ کرتا ہے، اور ان کو کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے، جس نے اپنی رسالت کو اچھی طرح سے ادا کردیا اور اس کو بحسن خوبی پہنچادیا، امانت ادا کردی اور امت کو نصیحت سے نوازا، اور یقینی طور پر آپ ﷺ کے بعد علماء اور اہل علم نے تبلیغ اور بیان میں نبوت کے طریقہ اور رسالت کی میراث پر مشعل ہدایت کو بلند رکھا،

پس وہ لوگ امت کے اندر ہدایت کی روشنیاں، تاریکیوں کے چراغ، اسلام کے پیروکار، دین کے چوکیدار اور عقیدہ کے نگراں وحمایتی ہیں، اللہ کا فرمان ہے: {يَرْفَعِ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ} (مجادلہ: ۱۱) تم میں سے جو لوگ ایمان رکھنے والے ہیں اور جن کو علم بخشا گیا ہے اللہ ان کو بلند درجے عطا فرمائے گا اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے باخبر ہے۔

اے مومنو! یقیناً اللہ عزوجل نے علماء اور اہل علم کی تکریم وعزت کی ہے۔ ان کو شرف بخشا ہے اور ان کو بہت بلند مقام اور مرتبہ سے سرفراز کیا ہے، چنانچہ ایک عالم امت کا گردش کرنے والا کامل چاند ہوتا ہے اور اس کی رواں شیریں نہر ہوتا ہے، خاص طور سے علماء دین اور ائمہ شریعت، اور خواہ ان کی کتنی بھی تعریف وتوصیف کی جائے لیکن ان کا پورا حق ادا نہیں کیا جا سکتا ہے، کیونکہ ہدایت والے نبی کا فرمان ہے بے شک اللہ، اس کے فرشتے، آسمان اور زمین والے یہاں تک کہ چونٹیاں اپنے سوراخ کے اندر اور مچھلیاں پانی میں لوگوں کو خیر وبھلائی کی تعلیم دینے والے کے لئے دعائیں کرتی ہیں۔ یہ روایت ترمذی کی ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

اور امام احمد نے اپنی مسند میں حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: علماء کی مثال ستاروں کی طرح ہے جن کے ذریعہ خشکی اور سمندر کی تاریکیوں میں ہدایت حاصل کی جاتی ہے کیونکہ اگر ستارے مٹ گئے تو راہبر راستہ بھٹک جائیں گے۔ اور امام ابوبکر آجری نے لکھا ہے کہ اس راستہ کے بارے میں کیا خیال ہے جس میں بہت زیادہ آفات ومصائب پائے جاتے ہیں اور لوگ تاریک رات میں اس پر چلنے کے حاجت مند ہیں، لہذا اللہ نے ان کے لئے اس راستہ پر چراغ مہیا کر دیا جس نے ان کے لئے روشنی بکھیر دی چنانچہ انھوں نے وہ راستہ عافیت وسلامتی کے ساتھ طے کر لیا۔ بعد ازاں لوگوں کی کچھ جماعتیں آتی ہیں جن کا اس راستہ پر چلنا ضروری ہے، لہذا وہ بھی اس راستہ پر چلنے لگتے ہیں، لیکن اسی درمیان اس کے چراغ بجھا دیئے جاتے ہیں اور اندھیرا چھا جاتا ہے، چنانچہ ان کے بارے میں کیا خیال ہے؟ اسی طرح لوگوں میں علماء کی مثال ہے، ایک شاعر کہتا ہے:

مچھلیاں سمندروں میں علماء کے راستوں پر چلنے والوں کے لئے مغفرت طلب کرتی ہیں یقیناً وہ ستارے ہیں جن کا مقام اور جگہ آسمان کا درمیانی حصہ ہے، اور ان کا نصیب چاندنی رات میں ہے، اسی وجہ سے جس نے بھی ان کے علاوہ دوسرے کا راستہ اختیار کیا تو وہ خود بھی جنگل میں گمراہ ہوا اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔

اے مسلمانوں کی جماعت! جان لیجئے کہ بلاشبہ امت کے اندر علماء کی ذمہ داریاں بہت بڑی ہیں اور ان کا فرض بہت ہی عظیم ہے، اور ان کی سب سے بڑی ذمہ داری صحیح دین کو بیان کرنا اور اس کی وضاحت ہے جیسا کہ وہ دین سرداران رسول پر نازل ہوا۔ فرمان ربّانی ہے: {وَإِذَ أَخَذَ اللّهُ مِيثَاقَ الَّذِينَ أُوتُواْ الْكِتَابَ لَتُبَيِّنُنَّهُ لِلنَّاسِ وَلاَ تَكْتُمُونَهُ} (آل عمران: ۱۸۷) ان اہل کتاب کو وہ عہد بھی یاد دلاؤ جو اللہ نے ان سے لیا تھا کہ تم کتاب کو لوگوں میں بیان کروگے اسے

چھپاؤگے نہیں۔

اب اگر علماء کرام تبلیغ وبیان کے سلسلے میں اپنی ذمہ داریاں نہیں ادا کرتے ہیں تو لوگ حیران وپریشان جہالت کے اندھیروں اور گمراہی کی تاریکیوں میں بھٹکتے رہیں گے، اسی وجہ سے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس سے کسی علم کے بارے میں پوچھا گیا اور اس نے چھپایا تو اس کو قیامت کے دن آگ کا لگام پہنایا جائے گا۔ یہ روایت ترمذی کی ہے اور اس کو انھوں نے حدیث حسن قرار دیا ہے۔ اور حضرت ابوہریرہ فرماتے تھے کہ اگر اللہ کی کتاب میں یہ آیت نہ ہوتی تو میں کوئی بھی حدیث تم لوگوں سے بیان نہ کرتا، پھر یہ آیت تلاوت فرماتے: {إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَىٰ مِن بَعْدِ مَا بَيَّنَّاهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتَابِ أُولَٰئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللَّهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللَّاعِنُونَ} (بقرہ/۱۵۹) جولوگ ہماری نازل کی ہوئی دلیلوں اور ہدایات کو چھپاتے ہیں درانحالیکہ ہم انسانوں کی رہنمائی کے لئے اپنی کتاب میں بیان کرچکے ہیں، یقین جانو کہ اللہ بھی ان پر لعنت کرتا ہے اور تمام لعنت کرنے والے بھی ان پر لعنت بھیجتے ہیں۔

اور یادرکھیے کہ علماء کا کام صرف بیان وتبلیغ ہی نہیں ہے بلکہ ان کی ذمہ داری اس سے بھی بڑی ہے اور ان کا مرتبہ اس سے بھی اونچا ہے کیونکہ انہیں کو بدعتوں، گمراہیوں، برائیوں اور دین میں نئی چیزوں کے خلاف جنگ کرنی ہے، تاکہ اللہ سبحانہ وتعالی ان کے ذریعہ اچھے کو برے سے، خیر کو شر سے، حق کو باطل سے اور صحیح کو جھوٹ سے جدا اور ممتاز کردے، چنانچہ ان کا بلند ترین مقصد تمام بنیادی قضایا اور زمانہ میں پیش آمدہ نئی چیزوں کے بارے میں اسلامی نقطہ نظر کی وضاحت ہے، بنابریں وہ اللہ کی کتاب کے ذریعہ مردوں کو زندہ کرتے ہیں، اندھوں کو بینا کرتے ہیں، اور گمراہوں کو ہدایت دیتے ہیں۔

اے علم وہدایت کی امت! بلاشبہ علماء ترازو کے وسطی اور درمیانی کیل اور اس کے لسان ہیں۔ وسطیت پسند واہل اعتدال ہیں جو گمراہ فکروں کا سامنا اور مقابلہ کرتے ہیں اور تیز علمی ہتھیار کے ذریعہ شاذ ونادر آراء سے جنگ کرتے ہیں، بنابریں وہ امت کے مضبوط اور ناقابل تسخیر قلعہ ہیں اور اس کے طاقتور پائیدار رکن وستون ہیں، اور وہی امن وامان کے خاص طور سے فتنوں اور تاریکیوں کے دور میں ڈاٹ ہیں، جیسا کہ آج کل ہمارے زمانہ کی حالت ہے، جس میں کہ دنیا کے اکثر حصوں اور گوشوں میں لڑائی جھگڑوں، اختلافات، احمقانہ تعصب، مصائب، مشکلات اور زبردست حاقدانہ حملوں کی بھرمار ہے، اور ساتھ ہی ہمتوں کے ساتھ بلندیوں کی چوٹی سر کرنے میں کوتاہی اور کمی ہے، اور ان جنونی حملہ آوروں نے تروتازہ نوجوانوں کو اپنا نشانہ بنایا ہے، جوان کے تروتازہ عقل میں فاسد نظریات، بیوقوفانہ افکار اور کمزور آراء بھر رہے ہیں، اور یہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے کہ ان منحرف اور گمراہ فکروں نے مسلمانوں کے اندر کتنی زیادہ پریشانیاں اور مشکلات پیدا کی ہیں اور اسی نے ان کے اندر نفرت، کراہیت، کشمکش واختلافات کی آگ لگائی ہے، اور اسی نے مجلسوں، ذرائع ابلاغ اور الیکشن وغیرہ کے ذریعہ تعصب، عصبیت اور اختلاف وتنازع کے شعلوں کو بھڑکایا ہے، جس کی ہوا میں اصول وثوابت بھی بہہ جاتے ہیں، اور جس کے ایندھن میں دین وملت کی بلند وبالا نشانیاں بھی جل جاتی ہیں، اور ایسا کیوں نہ ہو جبکہ علماء کی غیبت، اور ان کے بارے میں

خصوصا آج کے دور کے نئے ذرائع ابلاغ اور سماجی ویب سائٹس میں غلط اغراض ومقاصد پر مبنی افواہوں کو نشر کرنے کی وجہ سے فتنہ بہت بڑا ہو گیا ہے۔

مگر اس امت کے علماء ان حملوں کی گھات میں لگے رہتے ہیں، جو مبارک قرآن وحدیث کی مضبوط سمجھ اور باریک پائیدار فہم کے ذریعہ اس کی فریب کاری اور کھوٹ کا پتہ لگاتے ہیں اس کی آگ کو بجھاتے ہیں، اور بلاشبہ جو ایسا کرتا ہے اس کا مقام ومرتبہ بہت بلند ہوتا ہے اور اس کے اوصاف وصفات بہت ہی عظیم ہوتے ہیں اور جس کے انجام کوتاہیوں اور کمیوں سے دور ہوتے ہیں، ایک عربی شاعر کہتا ہے کہ کتنے لوگ ہیں جو صحیح اور درست بات میں عیب نکالتے ہیں جبکہ ان کی آفت اور مصیبت بیمار سمجھ میں پوشیدہ ہوتی ہے، لیکن ہمارے کان ان سے طبیعتوں اور علم کے بقدر ہی لیتے ہیں یعنی ہر آدمی اپنی طبیعت اور علم کے بقدر ہی ان سے استفادہ کرتا ہے۔

علامہ ابن قیم نے کیا بہترین بات کہی ہے کہ علم ہدایت دیتا ہے اور صحیح حالت والا اس سے ہدایت پاتا ہے، اور وہ نبیوں کا ترکہ اور ان کی وراثت ہے، اور علم والے اس کے عصبہ اور ورثاء ہیں۔ اے مسلمانو! اس آزاد اطلاعات ونشریات کے زمانہ میں علماء کے اوپر لازم ہے کہ وہ بیمار درآئے ہوئے افکار اور فاسد ومہلک نظریات کو صحیح کرنے، نیز منہج حق کو بیان کرنے اور اللہ واس کے رسول سے اس کو حاصل کرنے کے طریقوں کو واضح کرنے کے لیے مزید کوشش کریں، اور اس سلسلے میں فاضل داعیوں، صحافیوں اور مؤلفین ومحررین سے علماء کی ان ذمہ داریوں کی ادائیگی میں مدد لی جائے، اس میں کوئی کسر نہ چھوڑی جائے، اور ساتھ ہی امت کو بہترین سلف کے مفاہیم سے جوڑا جائے، کیونکہ امام شافعی کے بقول ان کی رائیں ہماری خود اپنی نفسوں کی رایوں سے ہمارے لئے زیادہ بہتر ہیں۔

اے امت اسلامیہ! ہماری امت ہرگز عزت، مجد، رفعت اور بلند درجات کو نہیں پہونچ سکتی ہے اور نہ ہی ان فتنوں، اختلافات، لڑائیوں اور جھگڑوں سے آزاد ہو سکتی ہے جب تک کہ وہ صائب الرائے دور اندیش دانشمندوں، مفکروں، صائب الرأی عالموں اور چوٹی کے علماء کی پیروی نہ کرے، ایک عربی شاعر کا کہنا ہے کہ وہی لوگ چراغ اور شمع ہیں گویا کہ وہ زندہ ستاروں سے بنائے گئے ہیں، ان کی اخلاق اور عقول خواہ وہ کسی بھی ناحیہ اور گوشہ سے ظاہر ہوں تم ان کی عقلوں میں روشنی اور چمک دیکھو گے۔

اے بندگان الہی! عالم کے لئے یہی کافی ہے کہ اس کا عقیدہ اور دین محفوظ رہے اور اللہ کی پناہ کہ علم میں ماہر اور راسخ لوگ اپنے دین کی ثابت شدہ کسی چیز سے دستبردار ہوں، یا لوگوں میں سے کسی کو خواہ وہ کوئی بھی ہو خوش کرنے کے لئے اللہ کو ناراض کریں یا ان کے نبی کی سنت کے خلاف ان کی عقلوں اور فہم کو اچک لیا جائے- ایک عربی شاعر کہتا ہے کہ میں نے اس وقت علم کے حق کو ادا نہیں کیا کہ اگر جب بھی طمع اور لالچ ظاہر ہو تو میں اس کو اپنے لئے سیڑھی بنالوں اگر میں ایسا کروں تو یہ علم ایک بدبخت پودا ہو گا اور اس کو میں ذلیل ورسوا کروں گا، ایسی صورت میں جہل وجہالت کی پیروی ہی زیادہ ہوشیاری ہو گی۔

اور میں علماء امت کو یہ دعوت دیتا ہوں کہ وہ اسلامی امت کی شناخت، اس کی وحدت، اعتدال، میانہ روی اور وسطیت کی حفاظت فرمائیں، اس کے اندر شعور و سمجھ اور بیداری پیدا کریں، غلط مفاہیم کو درست کریں، گمراہ کن شبہات اور غرض پر مبنی دعوتوں کے درپے ہوں، مسلمانوں کو کافر وفاسق قرار دینے اور ان کے خونوں کو حلال سمجھنے کے فتنہ کا خاتمہ کریں، اور امت کے نوجوانوں کے ساتھ اپنے تعلقات کو مضبوط بنائیں، ان کے درمیان وسطیت اور اعتدال پسندی کے مسلک کو تقویت دیں اس کو پروان چڑھائیں، اور ان کو اختلاف، گروہ بندی، مسلک پرستی، پارٹی بندی اور تعصب سے ڈرائیں، اور ان کے سامنے اچھا نمونہ اور قدوہ پیش کریں، اور اجتماعی مسائل کے نظام پر اکٹھا ہوں، اور اختلاف کی جگہوں پر اس کے آداب اصول وضوابط کی رعایت کریں۔

میں نوجوانان امت کو بھی یہ دعوت دیتا ہوں کہ تم اپنے علماء کی قدر و منزلت کو پہچانو، کتاب وسنت اور اپنی امت کے اسلاف کی ہدایت کو مضبوطی سے پکڑلو، اور غلو کرنے والوں کی تحریف، گڑبڑی اور باطل پرستوں کے جھوٹی نسبت سے ہوشیار رہو، اور جاہلوں کی تاویلوں سے چوکنا رہو، اور ربانی علماء کے طریقہ کو مضبوطی سے پکڑلو کیونکہ وہی لوگوں میں سب سے زیادہ نفع اور نقصان کو جاننے والے ہیں، بھلائی اور اچھائی کو سب سے زیادہ بروئے کارلانے والے ہیں، لڑائی جھگڑا، تفرقہ اور اختلاف سے بچو۔ چمکدار اور روشن نعروں سے دھوکا نہ کھاؤ جو کہ بعض جماعتوں اور گروہوں کی طرف سے بلند کی جاتی ہیں اور جن کی کتاب یا سنت میں کوئی شرعی اصل نہیں ہے، اور میں تم کو خبردار کرتا ہوں کہ تم جاہلوں، شیخی بگھارنے والوں اور نیم تعلیم یافتہ لوگوں کو موقع فراہم کرو کہ وہ ربانی علماء کے سلسلے میں تمہارے اعتماد اور بھروسہ کو ختم کردیں۔

میں مؤلفین، مصنفین، اہل قلم اور صحافیوں کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ علماء کی مدد کریں، مصداقیت پر پورے اتریں اور بامقصد چیزوں کو ہی نشر کریں، اور گمراہ فکر والوں کے پیغامات اور خبروں کو نشر کرکے ان کے مددگار نہ بنیں بلکہ بلند اسلامی اقدار، اخلاق اور روایات کو مضبوط کریں۔ دینی اور وطنی وحدت کو تقویت دیں، اور صحافت سے یہ بیداری پھیلانے کا کام لیں کہ لوگوں کے خون حرام ہیں اور ظلم بہت ہی خطرناک چیز ہے، افواہوں کو پھیلانے والوں، شاذ ونادر فتنوں کو رواج دینے والوں، فتنہ اور گروہ بندی کی طرف بلانے والوں، ہر قسم کی انتہا پسندی اور ہر طرح کی دہشت گردی کی طرف دعوت دینے والوں کے پیچھے پڑیں۔ ان کا منہ توڑ جواب دیں، ان کے کھوٹ اور بناوٹ کو واضح کریں۔ ان کے پیروکاروں کی گمراہیوں کو ظاہر کریں، اسلامی امت پر زمانہ حال اور مستقبل میں اس کے خطرہ کو واضح وبیان کریں۔

اللہ ہی مسؤول ہے کہ وہ تمام لوگوں کو سچی بات اور نیک کام کی توفیق دے اور ہم سب کو بہترین امید اور روشن آرزو تک پہنچائے اور ہم سب کے لئے قرآن وسنت میں برکت عطا فرمائے، اور ہم کو ان دونوں میں موجود آیتوں، ذکر اور حکمت سے نفع پہونچائے۔ میں اپنی یہ بات کہتا ہوں اور اپنے لئے و آپ کے لئے اللہ عظیم وجلیل سے مغفرت طلب کرتا ہوں تم لوگ بھی اسی سے مغفرت طلب کرو بلاشبہ وہ حلیم، بردبار اور بخشنے والا ہے۔

دوسرا خطبہ:

ہر قسم کی تعریف وثناء اللہ ہی کے لئے ہے جس نے قلم کے ذریعہ تعلیم دی، جس نے انسان کو وہ علم دیا جسے وہ نہیں جانتا تھا۔ اور نبی اکرم پر درود وسلامتی ہو، اللہ کی رحمت وسلامتی اور برکت ہو آپ پر، آپ کے اہل وعیال پر، آپ کے علوم واقدار کے بارموز صحابیوں پر اور تابعین پر اور ان سب پر جو تا قیامت ان کی احسان کے ساتھ اتباع کرنے والے ہیں۔

امابعد:

اے اللہ کے بندوں! اللہ سے ڈرو اور جھوٹی وگڑھی ہوئی بات سے ہوشیار رہو، بیہودہ اور بری رائے سے دور رہو، نیک اور اچھے کام کرو اس سے تم کو کامیابی اور کامرانی حاصل ہوگی اور نیکیاں سمیٹو گے۔

برادران اسلام! بلاشبہ فرزندان امت کے شایان شان یہی ہے کہ وہ علماء کے حقوق کا پاس ولحاظ کریں۔ ان کے فضل وکرم کو جانیں اور پہچانیں، اور ان کی قدر ومنزلت کو بلند کریں، وہ اس طرح سے کہ ان سے محبت کریں، ان سے دوستی اور صداقت، میل جول پیدا کریں اور ان کا احترام اور عزت کریں، امام احمد اور حاکم نے حضرت عبادہ بن صامت کی حدیث سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو اپنے بڑے کی عزت نہ کرے اور اپنے چھوٹے پر رحم نہ کرے اور ہمارے عالم کا حق نہ پہچانے، اور امام طحاوی نے تحریر کیا ہے کہ سابقین علماء سلف اور ان کے بعد کے تابعین علماء، فقہاء اور محدثین کا جب بھی ذکر ہوتا ہے تو خیر وبھلائی کے ساتھ ہوتا ہے اور جو ان کا ذکر برائی کے ساتھ کرے تو وہ راستہ سے ہٹا ہوا ہے، اور ہمارے علماء خود بھی ایک دوسرے کی قدر وعزت کیا کرتے تھے، غور کیجئے کہ امام شافعی نے اپنے سے عمر میں چھوٹے امام احمد بن حنبل کے بارے میں کیا فرمایا ہے: وہ کہتے ہیں کہ میں بغداد سے نکلا اور میں نے وہاں پر احمد سے زیادہ پرہیزگار، متقی اور فقیہ کسی جانشین کو نہیں چھوڑا، اور جبکہ امام احمد امام شافعی کے بارے میں فرماتے تھے کہ وہ دنیا کے لئے سورج کی طرح تھے اور لوگوں کے لئے عافیت وسلامتی کے مثل تھے، تو کیا ان دونوں کا جانشین یا عوض اور بدلہ ممکن ہے۔ اللہ اکبر، اللہ اکبر، یہ عظیم ادب واحترام ہے اور کتنی شاندار محبت والفت ہے۔

علماء پر تنقید، طعن وتشنیع نہ کی جائے یا ان کی مذمت اور عیب جوئی نہ کی جائے کیونکہ ایسا کرنا گمراہوں کا طریقہ ہے، اور کسی عالم کی تنقید اور اس پر تہمت لگانا صرف اس کی ذات کی تنقید یا اس پر تہمت عائد کرنا نہیں ہے بلکہ اس علم پر تنقید وتہمت ہے، جس کا وہ حامل ہے، اور یہ کیسے نہ ہو جبکہ وہی اللہ رب العالمین کی طرف سے نیابت کرتے ہیں، حافظ ابن عسا کر نے تحریر کیا ہے کہ علماء کی عیب جوئی کرکے ان کی بے حرمتی کرنے والوں کے بارے میں اللہ کا دستور مقرر ہے، کیونکہ ان کی غیبت کرنا جس سے وہ بری ہیں ایک بہت عظیم معاملہ ہے، اور جھوٹ وبہتان کے ذریعہ ان کی عزت وآبرو پر حملہ کرنے کا انجام بہت ہی برا ہے، اور جس نے اپنی زبان علماء کی برائی اور مذمت میں استعمال کیا تو اللہ تعالیٰ اس کی وفات سے پہلے اس کے دل کو مردہ کرکے آزمائش میں ڈال دیتا ہے۔

اور علماء کا یہ حق ہے کہ ان کی طرف رجوع کیا جائے اور ان سے مسائل کے بارے میں خاص طور سے حوادث اور فتنوں کے موقع پر پوچھا جائے اور ان پر مکمل اعتماد و بھروسہ کیا جائے ،حضرت حسن بصری کا فرمان ہے: فتنہ کا جب ظہور ہوتا ہے تو اس کو ہر عالم جان جاتا ہے لیکن جب اس کا خاتمہ ہوتا ہے تب ہر جاہل وان پڑھ اس کو جانتا ہے، پس وہی اہل علم ومعرفت ہیں خاص طور سے اس وقت جبکہ امور و معاملات مشتبہ ہوجاتے ہیں اور حقائق مختلط ہو جاتے ہیں ،تشویش اور خلط وملط زیادہ ہوجاتا ہے اس وقت کمان اس کے اہل کوسونپ دیا جاتا ہے تاکہ اہل علم اپنی بات کہیں اور لوگ ان کے تابع ہوں۔

اور ایک موزوں ومناسب چیز یہ ہے کہ علماء کے لئے عذر اور بہانہ تلاش کیا جائے ،اور اگر دیکھا جائے تو اسلام میں اصل یہی ہے کہ عام لوگوں کے لئے عذر تلاش کیا جائے ،تو پھر علماء کے لئے ایسا کیوں نہ کیا جائے ،امیر المؤمنین حضرت عمر کا فرمان ہے: اپنے مسلمان بھائی کے زبان سے نکلے ہوئے کلمہ کے بارے میں برا خیال نہ کرو جبکہ تم اس کو خیر و بھلائی پر بھی محمول کر سکتے ہو۔

اسی طرح یہ بھی واجب اور ضروری ہے کہ غلطیوں کو تلاش کرنے سے بچا جائے اور لغزشوں کو ڈھونڈنے سے دور رہا جائے ، برائیوں کو ظاہر نہ کیا جائے ،شر وفساد کو پھیلایا نہ جائے کیونکہ عالم بھی انسان ہوتا ہے اور وہ خطا وگناہ سے معصوم نہیں ہوتا ہے، کسی سلف نے کیا خوب کہا ہے کہ ایک مومن عذر تلاش کرتا ہے جبکہ ایک منافق غلطی وگناہ کی ٹوہ میں رہتا ہے، اوران کے درمیان اختلاف لپیٹ دیا جاتا ہے اس کو بیان نہیں کیا جاتا ہے، تو پھر اللہ کے ولیوں کے ساتھ ایسا کیوں نہ کیا جائے جن کو دیکھ کر اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے، پس وہی امت گمراہی سے بچانے کا ڈھال ہیں اور وہی نوح کی کشتی ہیں جو اس سے پیچھے رہ گیا خصوصا فتنوں کے وقت تو وہ یقینا ڈوب گیا، اور کتنے ابلیس کے شکار ہیں جن کو انھوں نے آزاد کیا اور کتنے گمراہ اور بھٹکے ہوئے ہیں جن کو انھوں نے ہدایت دی، پس لوگوں کے ساتھ ان کا کتنا اچھا تعاون ہے اور لوگوں کا ان کے ساتھ کتنا خراب رویہ ہے۔ اور اللہ ہی سے مدد طلب کی جاتی ہے۔

خبردار! اللہ کے بندوں اللہ سے ڈرو، علماء کا حق پہچانو ان کی قدر وعزت کرو اور ان کے مرتبہ ومنصب کا احترام کرو، اور اے علماء کرام تبلیغ و بیان کی جو امانت تمہارے سپرد کی گئی ہے اس کو ادا کرنے میں اللہ سے خوف کھاؤ، اس سے تم کو دنیا میں سعادت اور خوش نصیبی حاصل ہوگی اور آخرت میں کامیاب وکامران ہوگے۔

اور یقینا یہ ہمارے اوپر اللہ سبحانہ وتعالی کا بہت بڑا فضل وکرم ہے کہ اس نے ہم کو ایک باتوفیق وکامیاب قیادت سے نوازا ہے جو کہ علماء اور اہل علم کی قدرداں ہے، اور ابھی چند دنوں پہلے خادم حرمین شریفین اور ہمارے سرپرست وحاکم نے جو درست صائب اور تاریخی کلمات کہے ہیں ان کو سن کے ہر نفس کو بہت زیادہ خوشی ہوئی مسرت وشادمانی حاصل ہوئی ،جس میں انھوں نے تاکید کی کہ وہ اسلامی عقیدہ پر مضبوطی سے جمے رہیں گے، شریعت کو نافذ کریں گے، اسلامی اتحاد واتفاق کو بروئے کار لائیں گے، تفرقہ اور اختلافات کے اسباب کو دور کریں گے اور اسلام ومسلمانوں کے مسائل کی تائید وحمایت کریں گے، اللہ تعالی ان تمام چیزوں کو ان کے نیک اعمال کے میزان میں بنائے ،اوران کو اور زیادہ خیر، توفیق اور ہدایت نصیب کرے۔ ✦

حدیث "فذلك له سهم جمع" (اس کے لئے جماعت کا ثواب ہے) کی تحقیق

مولانا محمد یوسف مدنی / استاذ جامعہ سلفیہ بنارس

حديث: عن رجل من أسد بن خزيمة، أنه سأل أبا أيوب الأنصاري، قال: يصلي أحدنا في منزله الصلاة، ثم يأتي المسجد، وتقام الصلاة، فأصلي معهم، فأجد في نفسي شيئا من ذلک. فقال أبو أيوب: سألنا عن ذلک النبي ﷺ، فقال: "فذلک له سهم جمع".

ترجمہ: اسد بن خزیمہ قبیلے کے ایک صاحب بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابوایوب انصاری سے یہ دریافت کیا کہ ہم میں سے کوئی اپنے گھر نماز پڑھ کر مسجد میں آئے جہاں اقامت ہورہی ہے تو کیا میں ان لوگوں کے ساتھ دوبارہ نماز پڑھ سکتا ہوں؟ کیونکہ میں اپنے دل میں شک وشبہ پاتا ہوں، تو ابوایوب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس کے بارے میں ہم نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا تھا تو آپ نے فرمایا: "اس کے لئے جماعت کا ثواب ہے"۔ اس حدیث کو مالک، ابوداود نے روایت کیا ہے۔

تخریج: اس حدیث کو أبوداود [سنن ۱ /۴۳۳/ ۵۷۸، ط: الرسالة]، بیهقی [سنن کبری (۳۰۰/۲) اور معرفة السنن والآثار (۳۵/۲)]، طبراني [المعجم الكبير: ۳۹۹۸/۱۵۸/۴، و۳۹۹۷/۱۵۷/۴، المعجم الأوسط: ۸۶۸۳/۲۹۶/۸، تحقيق طارق عوض الله] اور مزی [تهذيب الكمال: ۱۲۳/۲۰] نے عفيف بن عمرو بن المسيب السهمى عن رجل من بنى أسد بن خزيمة عن أبى أيوب الأنصاري کی سند سے روایت کیا ہے۔

علت: (۱) مذکورہ سند میں واقع راوی "رجل من بني أسد ابن خزيمه" مجہول ہے، (شرح سنن أبی داود للعینی: ۷۳/۳ – الشاملة، عون المعبود: ۳۱۱/۱– دار ابن حزم، مرعاة المفاتيح: ۱۲۲/۴، مجلة الجامعة الاسلامية: العدد: ۶۱، فقه السنة، الجزء: ۳۰ ص ۳۷)۔

(۲) اس حدیث کے موقوف ومرفوع ہونے میں اختلاف ہے، چنانچہ امام مالک نے [موطأ برواياته الثمانية: ۳۲۲/۵۲۷/۱ (تحقيق سليم الهلالي)، موطأ مالک: ۱۱/۱۳۳/۱، (تحقيق فؤاد عبدالباقي)] میں اسے اپنے شیخ عفيف بن عمرو بن المسيب السهمى عن رجل من بنى أسد بن خزيمة عن أبى أيوب الأنصاري سے موقوفا روایت کیا ہے، لیکن بکیر بن الأشج نے امام مالک کی مخالفت کرتے ہوئے اسے اپنے شیخ عفيف بن

عمرو السهمي عن رجل من بني أسد بن خزيمة عن أبی أيوب الأنصاري عن رسول اللّٰہ ﷺ سے مرفوعا روایت کیا ہے۔اور بکیر گرچہ ثقہ ہیں (تقریب:۸۵۳) لیکن امام مالک ''إمام دار الهجرة، رأس المتقنين وكبير المتثبتين'' (تقریب:۶۴۲۵) ہیں،اس لئے اس روایت کا موقوف ہونا ہی صحیح ہے۔

تنبیہ:(۱) بعض علماء نے اس حدیث کو عفیف بن عمرو کی وجہ سے بھی معلول قرار دیا ہے،کیونکہ حافظ ذہبی نے ان کے بارے میں ''لایدری من هو؟'' (نہیں معلوم وہ کون ہے؟) (المیزان: ۳/ ۹۲/ ۵۳۹۳-الرسالة العالمية) اور حافظ نے ''مقبول'' (تقریب:۵۲۰۳) کہا ہے۔حالانکہ عفیف بن عمرو مجہول نہیں ہیں بلکہ ''ثقہ'' ہیں۔امام نسائی نے ''کتاب التمييز'' میں انہیں ''ثقہ'' کہا ہے(شيوخ مالك لابن خلفون ص ۳۳۵-أضواء السلف)۔اس کے علاوہ ان کے ثقہ ہونے کے تین اسباب اور ہیں:

۱-عفیف امام مالک کے شیوخ میں سے ہیں اور ان سے ان کی روایت موطأ میں موجود ہے۔اور ابن معین نے کہا ہے کہ ''كل من روى عنه مالك فهو ثقة إلا عبدالكريم'' (ہر وہ راوی جس سے امام مالک نے روایت حدیث کی ہے وہ ثقہ ہے سوائے عبدالکریم-ابن ابی المخارق-کے،کیونکہ وہ ثقہ نہیں ہے)،اوربشر بن عمر الزهراني کہتے ہیں: سألت مالكاً عن رجل؟ فقال: رأيتَه في كتبي؟ قلت: لا، قال: لو كان ثقة لرأيتَه في كتبي'' (میں نے امام مالک سے ایک راوی کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ کیا تو نے اس کا ذکر میری کتابوں میں دیکھا ہے؟ میں نے کہا: نہیں،اس پر انہوں نے فرمایا: اگر وہ راوی ثقہ ہوتا تو اسے میری کتابوں میں دیکھتا)۔(تهذيب:۱۰/ ۶-۷)

۲-عفيف بن عمرو، بكير بن الأشج کے بھی شیوخ میں سے ہیں اور ان کے شیوخ کے بارے میں أحمد بن صالح المصری کا کہنا ہے:''إذا رأيت بكير بن عبد الله روى عن رجل فلا تسأل عنه فهو الثقة الذي لا شك فيه'' (جب تم دیکھو کہ بکیر بن عبداللہ بن الاشج نے کسی راوی سے روایت حدیث کی ہے تو اس کے متعلق سوال نہ کرو کیونکہ وہ راوی بلاشک وشبہ ثقہ ہوتا ہے)۔(ثقات ابن شاهين:۱۲۹، تهذيب:۱/۴۹۲-۴۹۳)

۳-اور ابن حبان و ابن شاہین نے انہیں اپنی اپنی ''ثقات'' میں ذکر کیا ہے۔(ثقات ابن حبان:۷/۳۰۱،ثقات ابن شاهين (۱۲۹) اور امام احمد نے ''شيخ قديم'' کہا ہے۔(العلل:۳/۱۹۲-۱۹۳، نیز دیکھئے تحریر التقریب ۲۳/۳، جہالۃ الراوی للشیخ عبداللہ السعد ص ۱۸-۱۹)

(۲) علامہ امیر علی حنفی نے ''التقعيب على التقريب'' (ص ۳۶۴) میں عفیف بن عمرو کے ترجمہ میں ''قال الدارقطني: ربما أخطأ'' لکھا ہے،مگر یہ نقل مجھے صحیح معلوم نہیں ہوتی،کیونکہ عفیف بن عمرو کے بارے میں امام دارقطنی کا کوئی قول نہیں ملا جبکہ ''سؤالات البرقاني'' (۳۹۸) میں عفیف بن سالم الموصلی کے بارے میں ان کا یہ قول ''ربما

أخطأ، لا يترک ''مرقوم ہے، اور حافظ ذہبی نے ''المغني في الضعفاء'' (۱/ ۶۱۸/ ۴۱۴۸، نیز دیکھئے: موسوعۃ أقوال الامام الدارقطنی: ۲/۴۵۳) میں اسے ذکر کیا ہے۔ شاید امیر صاحب ''عفیف بن سالم'' کے ترجمہ میں نقل کرنا چاہتے تھے لیکن غلطی سے ''عفیف بن عمرو'' کے ترجمہ میں نقل کر دیا! واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) عفیف بن عمرو کے نام کے بارے میں بھی اختلاف ہے چنانچہ امام مالک اور عبداللہ بن وہب نے عمرو بن الحارث عن بکیر نیز عبدالعزیز بن ابی حازم نے اسامۃ بن زید عن بکیر کی سند سے ''عفیف بن عمرو'' ذکر کیا ہے جبکہ ان کی مخالفت کرتے ہوئے یحییٰ بن ایوب نے عمرو بن الحارث عن بکیر کی سند سے ''یعقوب بن عمرو بن المسیب'' کہا ہے اور یحییٰ بن ایوب الغافقی اس درجہ کا راوی نہیں ہے کہ اس کی یہ مخالفت قابل قبول ہو چنانچہ حافظ نے ''صدوق ربما أخطأ'' (تقریب: ۸۴۶۱) کہا ہے۔ اور امام دارقطنی نے ''الأحاديث التي خولف فيها مالک'' (۱/۱۲۰- الشاملۃ) میں اختلاف مذکور کو ذکر کرنے کے بعد کہا ہے کہ ''ولايصح هذا القول'' (یہ قول صحیح نہیں ہے۔ یعنی یحییٰ بن ایوب کا ''یعقوب بن عمرو'' کہنا صحیح نہیں ہے)۔ اس لئے صحیح نام ''عفیف بن عمرو'' ہی ہے۔ (نیز دیکھئے: علل ابن أبي حاتم: ۲/۴۷۸-۴۷۹/۵۳۱)

درجہ: اس کی سند ضعیف ہے۔

ضعیف کہنے والے علماء کرام: علت جہالت کی بنا پر حدیث مذکور کی سند کو درج ذیل علماء کرام نے معلول قرار دیا ہے:

امام منذری، عینی، شمس الحق عظیم آبادی، خلیل احمد سہارن پوری، شیخ عبیداللہ رحمانی، شیخ البانی، حمدی عبدالمجید سلفی، عبدالعزیز بن مرزوق الطریفی، حافظ زبیر علی زئی، شعیب ارنووط اور سلیم ہلالی۔

(دیکھئے: عون المعبود: ۲/۲۰۱، بذل المجهود: ۴/۱۸۵، مرعاۃ المفاتیح: ۴/۱۲۱-۱۲۲، تحقيق المشكاة: ۱/۳۶۳، تخريج هداية الرواة: ۲/۱۹، ضعيف سنن أبي داود: ۲۰۲/۱-۲۰۳/۹۰، تحقيق معجم كبير طبراني: ۴/۱۵۸، زوئد سنن أبی داود على الصحيحين للطريفي: ۱/۲۰۴، تنقيح الرواة: ۱/۲۱۲، سنن أبي داود مترجم: ۱/۴۶۲ ط: دارالسلام، مشكاة مترجم: ۱/۳۸۳ ط: مکتبہ اسلامیہ لاهور، أنوار الصحيفة ص ۳۴، تحقيق شعيب الارنووط لسنن أبی داود: ۱/ ۴۳۳/ ۵۷۸، تحقيق سليم الهلالي للموطأ: ۱/ ۵۲۷/ ۳۲۲)

☆☆☆

باری تعالی کے اسماء وصفات

بعض فضائل اور قواعد

محمد حامد مدنی/حیدرآباد

آج جس دور سے ہم گذر رہے ہیں وہ علوم وفنون کے سیلاب کا دور ہے۔ زندگی کی مختلف حاجتوں کے پیش نظر مختلف علوم وجود میں آچکے ہیں، بنی نوع انسان ان علوم کی تحصیل کے لیے پوری لگن سے کوشاں ہے، لوگ ان میں مہارت حاصل کرنے کے لیے ہر ممکن کوششیں صرف کررہے ہیں، مال وزر کا بھی استعمال کیا جارہا ہے۔ الغرض ہر اس طریقہ کو اختیار کیا جارہا ہے جو ان کی تحصیل میں کاربند ثابت ہو، لیکن یہ ساری کوششیں اور جہود وقتی مفاد کے لیے ہیں، اور ان سے حاصل ہونے والا فائدہ بھی چندروزہ ہے، کیوں کہ یہ دنیا متاع غرور ہے اور اس میں موجود ساری چیزیں فنا ہوجانے والی ہیں، اس لیے بنی آدم کو ابدی اور سرمدی چیزوں کی طرف زیادہ توجہ کرنی چاہیے اور ان علوم کے پیچھے اپنے نفوس کو تھکانا چاہیے جن کا نفع لازوال ہو۔

چنانچہ دنیا میں پائے جانے والے تمام علوم وفنون میں سب سے اشرف اور دائمی نفع بخش علم اللہ سبحانہ وتعالی کی معرفت کا علم ہے۔ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اللہ سبحانہ وتعالی کے متعلق علم درحقیقت سب سے افضل علم ہے جس کو دلوں نے حاصل کیا، نفوس نے اس کا ادراک کیا اور عقول نے اس کو سمجھا، اور قلوب سلیمہ ونفوس قدسیہ اللہ کی معرفت سے زیادہ کسی چیز کی مشتاق نہیں ہوتے۔ (۱) اسی طرح آپ کے شاگرد رشید علامہ ابن قیم الجوزیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''جس نے اللہ اور اس کے رسولوں کی معرفت حاصل نہیں کی اس نے کس چیز کی معرفت حاصل کی؟ پھر یہی حقیقت جس سے فوت ہوگئی اس نے کس حقیقت کا ادراک کیا؟ اسی طرح اللہ کی معرفت، اس کو پسندیدہ اعمال، اس تک پہنچانے والا راستہ اور اس تک رسائی کے بعد کا انجام جس نے نہیں جانا تو اس نے کس علم اور عمل کو حاصل کیا''؟ (۲)

معلوم ہوا کہ اللہ سبحانہ وتعالی کی ذات کے متعلق علم سب سے افضل اور اشرف علم ہے، بلکہ درحقیقت تخلیق انس وجن کا مقصد ہی رب العالمین کی ذات کی معرفت اور اس کے اسماء وصفات سے شناسائی ہے، اسی لیے ذوالجلال والاکرام نے قرآن کریم اور احادیث صحیحہ میں جہاں ہمیں اپنے بہترین ناموں سے واقف کرایا ہے وہیں اپنی صفات باعظمت کا بھی جابجا ذکر کیا ہے، تاکہ مکلفین کو اپنے خالق حقیقی کو پہچاننے میں کسی قسم کی پریشانی اور صعوبت نہ ہو۔

اللہ رب العالمین کے نام بے شمار ہیں اور اس کی صفات بھی لاتعداد ہیں، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: جب کسی بندے کو غم اور تکلیف پہنچتی ہے اور وہ یہ کہتا ہے: اے اللہ میں تیرا بندہ ہوں، تیرے بندے کا بیٹا ہوں، تیری بندی کا بیٹا ہوں، میری پیشانی تیرے ہاتھ میں ہے، مجھ پر تیرا حکم چلتا ہے، میرے بارے میں

(۱) الفتاوی الحمویۃ الکبری (ص:۱۹۶و۲۰۱) تحقیق: حمد التویجری، دار الصمیعی۔

(۲) هداية الحيارى في أجوبة اليهود والنصارى (ص:۴۴۸) دار عالم الفوائد۔

تیرا فیصلہ ہی برانصاف ہے، میں تجھ سے سوال کرتا ہوں، تیرے ہر اس نام کے وسیلے سے جو تیرا ہے جسے تو نے خود اپنے نفس کو دیا ہے، یا اپنی کتاب میں نازل کیا ہے، یا اپنے کسی مخلوق کو سکھایا ہے، یا جسے تو نے اپنے علم غیب میں محفوظ کرلیا ہے کہ تو قرآن کو میرے دل کی حیات، سینہ کا نور، غموں کے لیے تریاق اور الجھنوں کو دور کرنے والا بنادے، تو اللہ اس کے غم کو دور کردیتا ہے اور غموں کی جگہ خوشیاں لے آتا ہے، صحابہ کرام نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ پھر تو ہمیں ان کلمات کو سیکھنا چاہیے، نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا: ہاں، جو ان کلمات کو سنے اسے ضرور سیکھنا چاہیے۔(۱)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ کے بہت سے ایسے نام ہیں جو علم غیب میں محفوظ ہیں اور کسی بھی مخلوق کو ان کی اطلاع نہیں ہے، اور جس چیز کی خبر اور اطلاع نہ ہو اس کا شمار محال ہے، لہذا ثابت ہوا کہ اللہ کے بے شمار نام ہیں اور ان کی کوئی مقدار نہیں ہے۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: اللہ کے ننانوے (۹۹) نام ہیں، سو میں ایک کم، جو ان کو شمار کرے گا وہ جنت میں داخل ہوگا۔(۲)

یہ حدیث بظاہر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی مذکورہ حدیث سے متعارض ہے، کیوں کہ اس حدیث میں اس بات کی دلالت ہے کہ اللہ کے کچھ نام علم غیب میں محفوظ ہیں، جن کو شمار نہیں کیا جاسکتا اور حدیث ابی ہریرہ میں فقط ننانوے (۹۹) ناموں کا تذکرہ ہے، امام ابوزکریا یحییٰ بن شرف نووی رحمہ اللہ دونوں کے درمیان تطبیق دیتے ہوئے فرماتے ہیں: ”علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اس حدیث (یعنی حدیث ابی ہریرہ) میں اللہ سبحانہ وتعالی کے ناموں کا حصر نہیں ہے، اس لیے حدیث کا یہ معنی نہیں ہے کہ ان ننانوے ناموں کے علاوہ اللہ جل شانہ کے کوئی اور نام نہیں ہیں، بلکہ حدیث کا مقصود یہ ہے کہ ان ننانوے ناموں کو جو شمار کرے گا وہ جنت میں داخل ہوگا، لہذا اس حدیث میں ان ناموں کے شمار کرنے سے جنت میں داخلہ کی خبر دینا مراد ہے نہ کہ اس بات کی خبر دینا کہ اللہ کے نام انہیں ناموں میں محصور ہیں۔(۳)

شیخ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ نے اس کو ایک مثال سے سمجھاتے ہوئے فرمایا: جیسا کہ آپ کہتے ہیں کہ میرے پاس سو درہم ہیں جنہیں میں نے صدقہ کرنے کے لیے رکھا ہے، تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ کے پاس ان سو کے علاوہ دوسرے دراہم نہیں ہیں جنہیں آپ نے صدقہ کے لیے نہیں رکھا ہے۔(۴)

لہذا ثابت ہوا کہ اللہ رب العالمین کے بے شمار نام ہیں اور جو لوگ یہ دعوی کرتے ہیں کہ اللہ کے صرف ننانوے نام ہیں

(۱) مسند احمد (۴/۲۱۵)، حدیث: ۴۳۱۸، شیخ احمد شاکر رحمہ اللہ نے فرمایا: اس کی سند صحیح ہے۔
(۲) بخاری، کتاب الشروط، باب مایجوز من الاشتراط والثنیا فی الاقرار، حدیث: ۲۷۳۶، صحیح مسلم، حدیث: ۲۶۷۷۔
(۳) شرح النووی علی مسلم (۱۷/۵)، طبعۃ احیاء التراث العربی۔
(۴) القواعد المثلی فی صفات اللہ تعالی وأسماۂ الحسنی (ص: ۱۴)

جیسا کہ ابن حزم رحمہ اللہ نے کیا ہے(۱) تو ان کا دعوی باطل ہے، بلکہ اجماع امت کے مخالف بھی ہے۔

اسماء وصفات کے بعض فضائل:

اللہ رب العالمین کے جتنے بھی نام اور صفات ہیں سارے بہترین ہیں، ان میں کسی قسم کے نقص اور خلل کا وجود نہیں ہے، ان میں صرف خیر ہی خیر ہے، بلکہ دنیا میں موجود ہر قسم کا خیر انہیں ناموں کا ثمرہ ہے، اور ہر فضل وعظمت اسی بابرکت درخت کے برگ وبار ہیں، ذیل میں اختصار کے ساتھ رب العالمین کے اسماء وصفات کے کچھ فضائل ذکر کیے جا رہے ہیں:

(۱) اسماء حسنی جنت میں داخل ہونے کے بڑے اسباب میں سے ہیں، جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث مرفوع میں گذرا کہ اللہ کے ننانوے نام ہیں، جو ان ناموں کا احصاء کرے گا وہ جنت میں داخل ہوگا، احصاء کے معنی کے متعلق علمائے کرام کے مختلف اقوال ہیں:

(أ) چنانچہ علماء کی اکثریت اس بات کی طرف گئی ہے کہ ''احصاء'' کا معنی ہے کہ ان ناموں کو جس نے حفظ کرلیا اسے جنت کی خوشخبری ہے، اس معنی کی تائید بخاری کی ایک روایت سے بھی ہوتی ہے جس کا لفظ ہے: "لا يحفظها أحد" (۲) اسی طرح مسلم کی ایک روایت میں ہے: "من حفظها" (۳) اسی لیے اکثر ائمہ کرام جیسے امام نووی رحمہ اللہ نے اسی معنی کو راجح قرار دیا ہے۔(۴)

(ب) ایک قول یہ بھی ہے کہ احصاء کا معنی ایک ایک کلمہ کو اس طرح پڑھنا گویا کہ اسے گن رہا ہو۔

(ج) کچھ علماء کرام یہ بھی فرماتے ہیں کہ احصاء کا معنی اسماء وصفات کا علم حاصل کرنا، ان کے معانی پر غور وفکر کرنا اور ان کے حقائق پر مطلع ہونا ہے۔(۵)

(۲) اسماء وصفات کے وسیلہ سے دعائیں مقبول ہوتی ہیں، ارشاد باری ہے: ﴿ولله الأسماء الحسنى فادعوه بها﴾ (۱) بہترین نام اللہ ہی کے لیے ہیں، سوتم ان ہی ناموں کے ذریعہ اس کو پکارو۔

حضرت بریدہ الاسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ایک شخص کو دعا کرتے ہوئے سنا وہ کہہ رہا تھا کہ اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں، تیرے بارے میں اس بات کی گواہی کو وسیلہ بنا کر کہ تو ہی اللہ ہے، تیرے سوا کوئی معبود (برحق) نہیں، تو ایسا اکیلا اور بے نیاز ہے کہ کسی کو جنا اور نہ جنا گیا اور نہ جس کے برابر اور ہمسر کوئی ہے، یہ سن کر نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا: قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اس شخص نے اللہ سے اس کے اس اسم اعظم کے ذریعہ سوال کیا جس کے ذریعہ جب بھی دعا کی جاتی ہے وہ قبول کرتا ہے، اور جو کچھ بھی مانگا جاتا ہے اسے عطا کرتا ہے۔(۶)

(۱) المحلی بالآثار (۳۱/۸) طبعۃ دار الفکر۔ (۲) صحیح بخاری، کتاب الدعوات، باب للہ مائۃ اسم غیر واحد (حدیث:۶۴۱۰)

(۳) صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء والتوبۃ والاستغفار، باب فی أسماء اللہ تعالی وفضل من أحصاها (حدیث:۲۶۷۷)

(۴) شرح النووی علی مسلم (۵/۱۷)

(۵) تحفۃ الاحوذی (۴۸۱/۸) طبعۃ دار الفکر۔ (۶) سورۃ الاعراف (آیت:۱۸۰)

(۷) سنن ترمذی، کتاب الدعوات، باب ماجاء فی جامع الدعوات من النبی ﷺ (حدیث:۳۴۷۵) امام البانی نے صحیح کہا ہے۔

(۳) جو شخص اللہ کے ناموں اور اس کی صفات سے محبت کرتا ہے اللہ اس سے محبت کرتا ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ایک شخص کو کسی سریہ میں بھیجا، چنانچہ جب بھی وہ اپنے ساتھیوں کے لیے نماز میں قرأت کرتے تو اپنی قرأت "قل هو الله أحد" سے ختم کرتے، جب وہ لوگ واپس ہوئے تو انھوں نے اللہ کے رسول ﷺ سے اس بات کا تذکرہ کیا تو آپ نے فرمایا کہ ان سے پوچھو کہ کس وجہ سے وہ یہ کرتے ہیں، ساتھیوں نے جب ان سے پوچھا تو انھوں نے کہا کہ یہ رحمٰن کی صفت ہے، اس لیے میں اس سورت کو پڑھنا پسند کرتا ہوں، تو اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ان کو خبر کرو کہ اللہ ان سے محبت کرتا ہے۔(۱)

(۴) اللہ عز شانہ کے نام لینے والے کو دنیا کی کوئی بھی چیز تکلیف نہیں پہنچا سکتی، حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: جو بندہ صبح وشام یہ دعا پڑھتا ہو: "بسم الله الذي لا يضر مع اسمه شيء في الأرض ولا في السماء وهو السميع العليم" (اس اللہ کے نام سے جس کے نام کے ساتھ آسمان وزمین میں کوئی بھی چیز تکلیف نہیں پہنچاتی، وہی سننے اور جاننے والا ہے) تو اس کو کوئی بھی چیز تکلیف نہیں پہنچائے گی۔(۲)

مذکورہ بالا سطور میں اسماء وصفات کی چند خوبیوں اور فضیلتوں کا ذکر ہوا جن سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ انسانی زندگی میں ان کی کیا اہمیت ووقعت ہے۔ درحقیقت بنی نوع انسان اپنے خالق اور مالک کی معرفت کے بغیر، اس کی خوبیوں اور اچھائیوں کے علم کے بغیر نہ تو ایک مطمئن اور پرسکون دنیوی زندگی بسر کرسکتا ہے اور نہ ہی آخرت میں نہروں والی جنتوں اور اس کے سرسبز وشاداب باغیچوں سے لطف اندوز ہوسکتا ہے، اسی لیے شریعت مطہرہ نے اسماء وصفات کی تصدیق کو ایمان کا ایک لازمی جزء قرار دیا ہے جس کے بغیر کوئی بھی شخص اسلام کی چہار دیواری میں داخل نہیں ہوسکتا۔

اسماء وصفات کی اسی اہمیت کی بنا پر قرون اولی سے لے کر ہر دور میں اہل حق علمائے کرام نے اسماء وصفات پر ایمان کے متعلق قرآن وسنت کی روشنی میں مخصوص قواعد کی توضیح کی، اور ساتھ ہی ساتھ اس بات کو لوگوں کے ذہن نشین کرتے رہے کہ چونکہ اس کا تعلق ذات الٰہی اور خالق ومالک کی شان سے ہے اس لیے اس امر میں از حد احتیاط کی ضرورت ہے، چنانچہ انھوں نے فلسفہ ومنطق کے باطل اصولوں کو اس سلسلے میں روا نہیں رکھا اور نہ ہی انہیں برداشت کیا، بلکہ ان کی مذمت کی اور ایسی فکر کے حاملین کی تنقید کی اور ان کے شبہات کا ازالہ کیا۔

اسماء وصفات کے متعلق قواعد وضوابط کی ایک لمبی فہرست ہے جن کا استیعاب میرا مقصود نہیں ہے، کیوں کہ ان کا ذکر کتب عقائد میں مع شرح وبسط موجود ہے اور ان میں بعض قواعد ایسے بھی ہیں جو بہت دقیق ہونے کی وجہ سے عام فہم نہیں ہیں، اس لیے میں یہاں کچھ ایسے قواعد ذکر کرنا چاہتا ہوں جو آسانی سے سمجھ میں آجانے والے ہیں اور جن کا علم ایک مسلمان کے لیے ضروری بھی ہے اور موجودہ معاشرے میں ان سے جہالت کی بنا پر ایک عظیم ایمانی خلا پایا جارہا ہے۔

---

(۱) صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب فضل قراءۃ قل ھو اللہ أحد (حدیث: ۸۱۳)

(۲) سنن ترمذی، کتاب الدعوات، باب ماجاء فی الدعاء اذا أصبح واذا أمسی (حدیث: ۳۳۸۸) شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو حسن صحیح قرار دیا ہے۔

قاعدہ نمبر ۱: اللہ رب العالمین کے نام اور صفات توقیفی ہیں، لہذا اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف کسی اسم یا صفت کا انتساب کرنے کے لیے ضروری ہے کہ شارع کی طرف سے کوئی نص صریح قرآن کریم یا احادیث صحیحہ میں موجود ہو، کیونکہ انسانی عقل شان الٰہی کا احاطہ کرنے سے قاصر ہے، بنابریں ادب واحترام کا تقاضہ یہ ہے کہ اس معاملے کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے سپرد کر دیا جائے، ارشاد باری ہے: "ولا تقف ما ليس لك به علم، ان السمع والبصر والفؤاد كل أولئك كان عنه مسؤولا" (۱) جس بات کی تجھے خبر ہی نہ ہو اس کے پیچھے مت پڑ، کیونکہ کان اور آنکھ اور دل میں سے ہر ایک سے پوچھ گچھ کی جانے والی ہے۔ (ترجمہ جوناگڈھی رحمہ اللہ)

امام اہل سنت والجماعت احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اللہ کو انہیں صفات سے متصف کیا جائے گا جس سے اس نے خود اپنے نفس کو متصف کیا ہے، یا نبی ﷺ نے جن صفات سے متصف کیا ہے، اور قرآن وحدیث سے آگے بڑھنے کی کوشش نہیں کی جائے گی۔ (۲)

اسی بنا پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو پکارتے وقت ان ہی اسماء وصفات کا سہارا لینا چاہیے جن کا ذکر قرآن وحدیث میں ہو، جیسے: اللہ، رحمٰن، رحیم، غفور، رزاق وغیرہ، اور معاشرہ میں رائج ان الفاظ سے سخت احتساب کرنا چاہیے جو اللہ کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں، مگر قرآن وحدیث میں اللہ نے ان کی کوئی دلیل نازل نہیں کی، جیسے خدا اور گاڈ (God) وغیرہ، البتہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے متعلق خبر دیتے ہوئے کچھ ناموں یا صفات کا غیر عربی میں ترجمہ کرنا الگ بات ہے۔

اسی طرح بچوں کے نام رکھنے میں اگر اسماء وصفات کی طرف عبدیت کی اضافت کی جائے تو یہ خیال رہنا چاہیے کہ جس اسم یا صفت کی طرف اضافت کی جارہی ہے وہ فی الحقیقت اللہ کا نام یا صفت ہے یا نہیں؟ قرآن کریم یا احادیث صحیحہ میں اس کا ذکر ہے یا نہیں؟ کیونکہ ہمارے معاشرے میں بہت ایسے ناموں یا صفات کی طرف عبدیت کی اضافت کی جاتی ہے جن کا ذکر قرآن کریم اور صحیح احادیث میں نہیں ہے، جیسے عبدالرشید اور عبدالستار وغیرہ۔

''الرشید'' قرآن یا صحیح حدیث میں کہیں بھی اللہ کے نام کے طور پر ذکر نہیں ہے، البتہ ترمذی وغیرہ کی ایک حدیث میں اس کا تذکرہ آیا ہے مگر وہ ضعیف ہے، امام ترمذی رحمہ اللہ نے فرمایا: یہ حدیث غریب ہے اور شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔ (۳) سعودی عرب کی فتوی کمیٹی لجنہ دائمہ کا فتوی ہے کہ: "الرشيد" اللہ کے اسماء حسنیٰ میں سے نہیں ہے، کیونکہ یہ نام نہ تو قرآن میں وارد ہے اور نہ ہی سنت سے ثابت، لہذا "عبدالرشيد" کہنا صحیح نہیں ہے، اور جس کا یہ نام ہو اسے بدلنا واجب ہے۔ (۴)

اسی طرح ''الستار'' قرآن وحدیث میں کہیں بھی وارد نہیں ہے، بلکہ "الستير" صحیح حدیث میں آیا ہے، حضرت یعلی

(۱) سورہ بنی اسرائیل (آیت: ۳۶) (۲) مجموع فتاوی شیخ الاسلام (۲۶/۵)

(۳) سنن ترمذی، کتاب الدعوات، باب ماجاء فی عقد التسبیح بالید (حدیث: ۳۵۰۷)

(۴) فتاوی اللجنۃ الدائمۃ (۴۸۲/۱۰) فتوی نمبر: ۱۸۹۸۵۔

بن امیہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''اللہ عزوجل ستیر ہے (یعنی پردہ پوشی کرنے والا)، اس لیے تم میں سے جب کوئی غسل کا ارادہ کرے تو کسی چیز سے پردہ کرلے۔ (۱) لہذا "عبد الستار" کے بجائے "عبدالستیر" کہنا چاہیے۔

اسی طرح جن لوگوں کا نام عبد سے شروع ہوکر اللہ کے کسی نام یا صفت کی طرف مضاف ہوتو ان کو پکارتے وقت لوگوں کو یہ خیال رکھنا چاہیے کہ ان کا مکمل نام مع عبد کے لیں، اور مجرد اللہ کے کسی اسم یا صفت سے کسی شخص کو نہ پکاریں، کیوں کہ اسماء وصفات الٰہیہ کا مستحق اللہ کے علاوہ کوئی نہیں ہوسکتا، اگر چہ علماء کرام کے یہاں اس سلسلے میں کچھ تفصیل پائی جاتی ہے، لیکن ورع اور احتیاط کا تقاضہ یہی ہے کہ کسی کو اللہ کے نام یا صفت کے ذریعہ بغیر عبد کی اضافت کے پکارنے سے اجتناب کیا جائے۔

قاعدہ نمبر۲: قرآن کریم یا دواوین سنت میں رب العالمین کے جتنے بھی نام یا صفات وارد ہوئے ہیں انہیں ان کے ظاہری معنی پر محمول کرتے ہوئے ان پر ایمان لانا ضروری ہے، کیونکہ قرآن کریم اور احادیث صحیحہ عربی زبان میں ہیں اور عربی زبان میں جو الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں ان کے معانی ہمیں معلوم ہیں، لہذا اللہ کے اسماء وصفات کے متعلق جو الفاظ وارد ہوئے ہیں ان کے معانی کا بھی ہمیں علم ہے، چنانچہ اگر کوئی اپنی ناقص عقل کا استعمال کرتے ہوئے یہ کہے کہ اللہ کے نام یا اس کی صفات کا معنی ہمیں معلوم نہیں ہے بلکہ اس کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے سپرد کردینا چاہئے تو اس کا یہ قول باطل اور مردود ہے، اور گویا کہ اس کا یہ دعوی ہے کہ اللہ نے جس قرآن کو ہماری ہدایت اور اصلاح کے لیے بھیجا ہے، اس میں بہت سی باتیں ایسی ہیں جن کو ہم نہیں سمجھ سکتے جو فی نفسہ رب پر بہتان تراشی اور قول بلاعلم ہے، مثال کے طور پر سورہ مائدہ میں اللہ جل جلالہ نے فرمایا: ﴿وقالت اليهود يد الله مغلولة، غلت أيديهم ولعنوا بما قالوا، بل يداه مبسوطتان﴾ (۲) اور یہودیوں نے کہا کہ اللہ تعالی کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں، انہی کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں، اور ان کے اس قول کی وجہ سے ان پر لعنت کی گئی، بلکہ اللہ تعالی کے دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں۔ (ترجمہ جوناگڈھی رحمہ اللہ) چنانچہ ''یدٗ'' عربی زبان میں ہاتھ کو کہتے ہیں اس لیے آیت کی رو سے ہمارا ایمان اور عقیدہ ہے کہ اللہ کے دو ہاتھ ہیں، اب اگر کوئی کم علم یہ کہتا ہے کہ ''یدٗ جو بطور صفت استعمال ہوا ہے اس کا معنی ہاتھ نہیں ہے بلکہ اس کے مفہوم کو اللہ ہی جانتا ہے تو اس کا یہ قول باطل ہے۔

قاعدہ نمبر۳: اللہ رب العالمین کی صفات پر ایمان رکھتے ہوئے دو چیزوں سے اجتناب ضروری ہے: تمثیل اور تکییف۔

(۱) تمثیل یعنی یہ عقیدہ رکھنا کہ اللہ کی صفات مخلوق کی صفات کے مشابہ اور ہم مثل ہیں، مثال کے طور پر اگر کوئی یہ سمجھتا ہے کہ اللہ کے ہاتھ ہمارے ہاتھوں کی طرح ہیں تو یہ بالکل غلط ہے، بلکہ یہ کفر ہے، کیونکہ اللہ رب العالمین نے فرمایا: "ليس كمثله شيء" (۳) اس جیسی کوئی چیز نہیں، نیز فرمایا: "ولم يكن له كفوا أحد" (۴) اور نہ کوئی اس کا ہمسر ہے۔ (ترجمہ جوناگڈھی رحمہ اللہ) جب دنیا میں اللہ کے مثل کوئی چیز ہی نہیں تو کسی کے لیے یہ کیسے جائز ہوسکتا ہے کہ وہ رب کی

(۱) سنن ابی داود، کتاب العمام، باب النہی عن التعری (حدیث: ۴۰۱۲)، سنن نسائی، کتاب الغسل والتیمم، باب الاستتار عند الاغتسال (حدیث: ۴۰۷)

(۲) سورہ مائدہ (آیت: ۶۴) (۳) سورہ شوری (آیت: ۱۱) (۴) سورہ اخلاص (آیت: ۴)

صفات کو اپنی یا دوسرے مخلوقین کی صفات پر قیاس کرے۔

(۲) تکییف یعنی اللہ کی صفات کی کیفیت کو بتلانا۔ مثال کے طور پر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''ہمارا رب تبارک وتعالی ہر رات تیسرے پہر کو آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے، اور کہتا ہے کون ہے جو مجھ سے دعا کرے اور میں اس کی دعا قبول کروں؟ کون ہے جو مجھ سے مانگے میں اسے عطا کروں؟ کون ہے جو مجھ سے مغفرت طلب کرے اور میں اسے بخش دوں؟ (۱)

اس حدیث سے یہ ثابت ہے کہ اللہ رب العالمین آسمان دنیا پر ہر رات نزول فرماتا ہے، لہذا ہم پر واجب ہے کہ ہم صفت نزول پر ایمان رکھیں اور اس کی کیفیت اور ماہیت کو مالک عرش کے سپرد کردیں۔ کیونکہ ارشاد باری ہے: ﴿ولا يحيطون به علما﴾ (۲) مخلوق کا علم ان پر حاوی نہیں ہوسکتا۔ (ترجمہ جوناگڈھی رحمہ اللہ)

اسی طرح قرآن کریم میں سات مقامات پر ذکر ہے کہ اللہ عرش پر مستوی ہے، لیکن کیسے مستوی ہے ان کا ہمیں علم نہیں ہے، اسی لیے امام مالک رحمہ اللہ سے جب پوچھا گیا کہ اللہ عرش پر کیسے مستوی ہے تو آپ نے اپنا سر جھکا لیا اور پسینہ سے شرابور ہوگئے، پھر کہا: رب کا مستوی ہونا معلوم ہے، مگر کیفیت نامعلوم ہے، لیکن اس پر ایمان لانا واجب ہے، اور اس کے متعلق سوال کرنا بدعت ہے۔ (۳)

لہذا صفات پر ایمان کے وقت تمثیل اور تکییف سے بچنا واجب ہے، اسی طرح شیطان بعض اہل توحید کے اذہان میں اللہ رب العالمین کی ایک خاص صورت متعین کردیتا ہے، جو نماز یا دوسری عبادات میں ان کے ذہنوں میں گردش کرتی ہے اور ایسا لگتا ہے کہ انسان احسان کے مرتبہ پر پہنچ کر اللہ کو دیکھ رہا ہے، یہ ایک شیطانی وسوسہ ہے جس کے ذریعہ شیطان ہمارے عقیدے کو فاسد کرنا چاہتا ہے، ایسی صورت میں استعاذہ لازم ہے تاکہ ہم اس کے شر سے محفوظ رہ سکیں۔

خلاصۂ کلام یہ کہ اپنی طرف سے اللہ رب العالمین کو کوئی نام یا صفت دینا جس کی کوئی دلیل قرآن وحدیث میں نہ ہو، اسی طرح اسماء وصفات کے معانی کو رب العالمین کے سپرد کرنا، یا اسماء وصفات کی مثال یا کیفیت بیان کرنا، یا رب کی کوئی صورت اپنے ذہن میں متعین کرلینا ان ساری چیزوں سے ایک صحیح العقیدہ مسلمان کے لیے اجتناب ضروری ہے، کیوں کہ اس طرح کے عقائد اور خیالات قرآن وحدیث اور منہج سلف کے مخالف ہیں، بلکہ یہی اسماء وصفات میں وہ الحاد ہے جس سے رب تعالی نے ہمیں بچنے کی تلقین کی ہے، ارشاد باری ہے: ﴿ولله الأسماء الحسنى فادعوه بها، وذروا الذين يلحدون في أسمائه، سيجزون بما كانوا يعملون﴾ (۴) اور اچھے اچھے نام اللہ ہی کے لیے ہیں، سو ان ناموں سے اللہ ہی کو موسوم کیا کرو، اور ایسے لوگوں سے تعلق بھی نہ رکھو جو اس کے ناموں میں کج روی کرتے ہیں، ان لوگوں کو ان کے کیے کی سزا ضرور ملے گی۔ (ترجمہ جوناگڈھی رحمہ اللہ) ☆☆

---

(۱) صحیح بخاری، کتاب التہجد، باب الدعاء فی الصلاۃ من آخر اللیل۔ (۲) سورہ طہ (آیت: ۱۱۰)

(۳) حلیۃ الاولیاء لابی نعیم الاصبہانی (۶/۲۲۶)، العلو للعلی الغفار، للذہبی (ص: ۱۳۹) شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس اثر کو صحیح قرار دیا ہے، دیکھئے: مختصر العلو (ص: ۷۵)

عصمت دری کے واقعات: اسباب ومحرکات

عبداللہ صابر

صبح سویرے اخبار یا ٹیلی ویژن پر نظر ڈالتے ہی خواتین سے متعلق سنسنی خیز خبروں کا حملہ شروع ہوجاتا ہے۔کہیں پر آبرو ریزی کے بعد معصوم بچی کا قتل، کہیں نابالغ لڑکی کے ساتھ زنا بالجبر، کہیں اجتماعی عصمت دری کے بعد قتل، کہیں اسکول جاتے یا واپسی پر لڑکی کے اغوا، کہیں ٹیوشن سے واپسی کے وقت لڑکی کے ساتھ چھیڑ چھاڑ، کہیں راستہ چلتے ہوئے لڑکیوں پر نازیبا کمنٹس اور طنزیہ فقرے، کہیں محبت کا جھانسہ دے کر عاشق نے معشوقہ کا کیا جنسی استحصال، کہیں استاذ پر شاگردہ کے ساتھ جنسی ہراسانی کا الزام، کہیں باباؤں کا اپنے بھکتوں کی عزت وآبرو پر یلغار وغیرہ وغیرہ۔اس طرح کی خبریں روزانہ اخبار کے متعدد صفحات پر بکھرے نظر آتی ہیں۔ٹیلی ویژن پر اس طرح کی خبریں سنسنی خیز بنا کر پیش کی جاتی ہیں۔روزانہ اس طرح کی خبروں کا سامنا کرتے کرتے عصمت دری کی قباحت کے سلسلے میں بہت حد تک لوگوں کی حساسیت ختم ہوچکی ہے۔اب لوگ اس طرح کی خبروں پر سرسری نظر ڈال کر گذر جاتے ہیں اس لئے کہ اس طرح کا واقعہ اب بہت زیادہ معیوب نہیں بلکہ معمولی اور روزانہ کا معمول بن گیا ہے۔

ہندوستان ہی نہیں بلکہ پوری دنیا میں کہیں بھی صنف نازک کی عزت وآبرو محفوظ نہیں ہے۔بڑے شہر ہوں یا چھوٹے شہر، قصبہ ہوں یا دیہات ہر جگہ صنف نازک ہی کی عزت خطرے میں ہے۔حد تو یہ ہے کہ خونی اور مقدس رشتے بھی اس ناسور سے محفوظ نہیں ہیں۔یہی وجہ ہے کہ اس طرح کی خبریں بھی آتی ہیں کہ ملعون باپ بیٹی کے ساتھ ملوث ہوگیا، بے غیرت سسر نے اپنی بہو کو ہوس کا شکار بناڈالا، بے ایمان ماموں رچچا نے اپنی بھانجی ربھتیجی کی عزت وآبرو کو تار تار کرڈالا، بے غیرت قریبی رشتہ دار نے معصوم بچی کی عزت لوٹ لی، ڈھونگی بابا نے دوشیزہ کی عزت پر دست درازی کی۔

زنا کاری وعصمت دری کے واقعات جہاں اور جس شکل میں بھی رونما ہوتے ہیں وہ یقیناً قابل مذمت ہیں۔یہ ایک گھناؤنا جرم ہے، یہ انسانیت کی پیشانی پر کلنک کا ٹیکہ ہے، قوم کیلئے باعث عار ہے، ننگ دین، ننگ ایمان، ننگ انسانیت اور ننگ آدمیت ہے۔یہ حقیقت کس قدر المناک اور عبرت انگیز ہے کہ وہ انسان جس کے عین وجود میں عورت کے بے شمار احسانات ہوتے ہیں لیکن جب اسی انسان کے اندر بہیمانہ جذبہ بیدار ہوتا ہے تو اس کی دست درازی سے بیٹی، بہن، بھانجی اور بھتیجی تک محفوظ نہیں رہتیں۔ایسے میں ہوش کے ناخن لینے کی ضرورت ہے کہ آخر کیا وجہ ہے کہ انسان ہی نوع انسانی کا شکاری بن چکا ہے، وہ مکمل طور پر حیوان صفت بن گیا ہے، اس کے اندر سے احساس ندامت اور احساس گناہ بالکل ختم ہوچکا ہے۔

ہمارے ملک میں اس طرح کے مجرمین کے لئے سخت قوانین موجود ہیں۔اس طرح کے واقعات کے بعد لوگ وقتی طور پر جذباتی ہوکر سراپا احتجاج بھی بن جاتے ہیں۔مجرمین کو کیفر کردار تک پہنچانے کی قسمیں کھائی جاتی ہیں۔حکومتی ایجنسیاں بھی ایماندارانہ جذبے کا اظہار کرتی ہیں، لیکن اس کے باوجود زنا کاری اور آبروریزی کی شرح میں کوئی کمی واقع نہیں ہورہی ہے بلکہ کرائم برانچ کی رپورٹ کے مطابق ہر سال اس میں کئی گنا اضافہ ہی ہورہا ہے۔اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ کہیں نہ کہیں کوئی بنیادی خامی ضرور ہے۔صرف جذباتی نعروں، وقتی مظاہروں سے صنف نازک کی عزت وآبرو کی حفاظت ممکن نہیں ہے، بلکہ اس کے سد باب اور روک تھام کے لئے مناسب اور مستحکم اقدام کی ضرورت ہے۔اس طرح کے جرم پر قابو پانے کے لئے انسانی

قانون کے بجائے ربانی قانون کے نفاذ کی اشد ضرورت ہے۔

لہٰذا اعداد وشمار کی تفصیلات میں جائے بغیر ایمانداری اور سنجیدگی کے ساتھ اس بات پر غور کرنے کی ضرورت ہے کہ آخر جنسی جرائم کے وجوہات کیا ہیں؟ اس کے بنیادی اسباب کیا ہیں؟ جب تک اسباب ووجوہات کا پتہ نہیں چلے گا اس کے تدارک اور سد باب کے لئے کوئی مستحکم اور مناسب اقدام ناممکن ہے۔ آیئے ذرا قدرے تفصیل سے ان وجوہات کا جائزہ لیتے ہیں جو زنا بالجبر، عصمت دری اور چھیڑ چھاڑ کی راہ میں معاون ہوتی ہیں:

(۱) اختلاط مردوزن:

اللہ رب العالمین نے مردوزن دونوں کے درمیان جنسی میلان اور مقناطیسی کشش رکھی ہے۔ وہ ایک دوسرے کی طرف بے اختیار کھینچے چلے آتے ہیں۔ جہاں مرد وعورت کا اختلاط ہوتا ہے وہاں کی فضا میں ہوس کا غلبہ ہوتا ہے۔ ہر وقت جنسی امور ذہنوں پر چھائے رہتے ہیں۔ تعلیم گاہوں اور کام کی جگہوں میں مردوزن کا آزادانہ اختلاط جنسی زیادتی اور عصمت دری کے فروغ میں بنیادی کردار ادا کر رہا ہے۔

خواتین جب گھر کی چہار دیواری سے عریاں یا نیم عریاں ہوکر باہر نکلتی ہیں اور رونق محفل بنتی ہیں تو وہیں انسانیت کا خاتمہ ہو جاتا ہے اور حیوانیت کی شروعات ہوتی ہے۔ بھلا یہ کیسے ممکن ہو کہ کوئی خاتون نیم برہنہ ہوکر مخلوط محفلوں میں تتلیوں کی طرح ادھر ادھر منڈلاتی پھرے اور اس پر کسی کی نگاہ بد نہ پڑے۔ جنسی میلان جو انسان کے خمیر میں پیوست ہے اس میں کچھ ایسی درندگی ہے جو معمولی سی بے حجابی کو برداشت نہیں کرتی اور موقع پا کر انسان کو ہلاکت میں ڈالنے کے درپے ہو جاتی ہے۔ اختلاط مردوزن کی ہر شکل مہلک ہے۔ ہر حال میں یہ مضر اور نتائج کے اعتبار سے عبرتناک ہے۔ آج کے پرآشوب اور پرفتن ماحول میں جب کہ انسان کے اندر حیا نام کی کوئی چیز باقی نہیں ہے، نگاہیں آوارہ بن چکی ہیں اور ہوس پرستی کی بھٹی ہر سینے میں دہکتی رہتی ہے، ایسے میں لڑکیوں کا سج سنور کر، ناز وانداز کے ساتھ حسن بکھیرتے ہوئے گھر سے باہر نکلنا چاہے وہ تعلیم ہی کے مقصد سے ہو کہاں تک مناسب اور درست ہے۔ آوارہ نگاہ کے سلسلے میں علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے بڑی چشم کشا بات کہی ہے:

''نگاہ شہوت کی قاصد اور پیامبر ہوتی ہے۔ نگاہ کی حفاظت دراصل شرمگاہ اور شہوت کی جگہ کی حفاظت ہے۔ نظر ہی ان تمام آفتوں کی بنیاد ہے جن میں انسان مبتلا ہوتا ہے کیوں کہ نظر کھٹک پیدا کرتی ہے، پھر کھٹک فکر کو وجود بخشتی ہے اور فکر شہوت کو ابھارتی ہے، شہوت ارادہ کو جنم دیتی ہے، ارادہ قوی ہوکر عزیمت میں تبدیل ہو جاتا ہے اور عزیمت میں پختگی ہوکر فعل واقع ہوتا ہے جس سے اس منزل پر پہنچ کر اس وقت کوئی چارہ کار نہیں رہتا جب کوئی مانع حائل نہ ہو''۔

تعلیم کے سلسلے میں اسکول، کالج اور یونیورسٹیوں میں لڑکے ولڑکیوں کے اختلاط سے بھی غیر متوقع مہلک نتائج برآمد ہورہے ہیں۔ آئے دن کالجوں اور یونیورسٹیوں میں ایسے دلسوز واقعات رونما ہورہے ہیں کہ باغیرت گھرانہ کبھی اپنی بہن بیٹیوں کو اس طرح کے ہوسناک ماحول میں حصول تعلیم کی اجازت نہیں دے سکتا۔ اس سے ہر صاحب نظر واقف ہے اس لئے تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس سلسلے میں ایک خاتون اپنی دلسوزی کا اظہار ان الفاظ میں کرتی ہیں:

''جو لڑکیاں مخلوط تعلیم کی پیداوار ہیں، ان کی اخلاقی سیرت کے متعلق یہ کہنا چاہتی ہوں کہ مخلوط تعلیم سے ان کی خلقی عصمت اور غیرت تباہ ہو جاتی ہے۔ ان میں زیادہ سے زیادہ مردانہ اوصاف پیدا ہو جاتے ہیں، جس کے بعد وہ گھریلو زندگی کا نظام سنبھالنے کے قابل

نہیں رہتیں۔موجودہ کالجوں اور یونیورسٹیوں کی مخلوط تعلیم جو مغربی خطوط پر قائم ہے ہماری لڑکیوں کے لئے بے سود اور غیر ضروری ہے''۔

(۲) ذوق تبرج وشوق بے حجابی:

کوئی بھی مہذب معاشرہ عورتوں کے مہذب لباس کا منکر نہیں ہوگا۔اگر انسان کی فطرت مسخ نہیں ہوئی ہے تو وہ دوسری خواتین کو چاہے جس لباس میں بھی دیکھنا پسند کرے لیکن اپنے گھر کی عورتوں کو وہ باریک، تنگ، مختصر، چست، نیم عریاں اور نشیب وفراز کو ظاہر کرنے والے لباس میں دیکھنا ہرگز پسند نہیں کرے گا۔وہ کبھی نہیں چاہے گا کہ اس کے گھر کی خواتین کی پنڈلی، بازو، کمر یا سینہ کی نمائش ہو۔آج کل کی لڑکیاں فلمی اداکاراؤں کی نقالی میں وہی لباس زیب تن کرنا پسند کرتی ہیں جو وہ زیب تن کرتی ہیں چاہے وہ حیا سوز اور اخلاق باختہ ہی کیوں نہ ہو۔شوق بے حجابی کے سلسلے میں مولانا ماہر القادری ؒ کا یہ اقتباس ہمیں دعوت فکر وعمل دیتا ہے:

''ذوق تبرج اور شوق بے حجابی صرف چہرہ کی بے نقابی پر قناعت نہیں کرتا۔پہلے نقاب اٹھتا ہے، پھر جھکی ہوئی نگاہیں آہستہ آہستہ بلند ہوتی ہیں، پھر لباس میں تخفیف ہونا شروع ہوتی ہے، پھر آرائش اور بناؤ سنگار میں یہ جذبہ کارفرما ہوتا ہے کہ لوگ دیکھیں اور شوق وقدردانی کی نگاہ سے دیکھیں، ہوسناکیوں، بے اعتدالیوں اور برائیوں کا یہ سلسلہ شاخ در شاخ ہوتا چلا جاتا ہے، یہاں تک کہ جو عورت پہلی بار چہرہ کو بے نقاب کرتے ہوئے فرط شرم وغیرت سے پسینہ پسینہ ہوگئی تھی وہ آگے چل کر کلب گھروں میں غیر مردوں سے بغل گیر ہو کر ناچتی اور تھرکتی ہے''۔

ہر صاحب عقل اس بات کو اچھی طرح جانتا ہے کہ عورت معاشرہ کا ایک اہم اور بنیادی رکن ہے اسی سے معاشرہ بنتا بھی ہے اور بگڑتا بھی ہے۔ذرا اسکول، کالج، یونیورسٹی، دفتر، کارخانے، سڑکوں اور بازاروں پر ایک اچٹتی ہوئی نظر ڈالیں کیا چاروں طرف لڑکیاں نیم عریاں لباس پہن کر جسم وحسن کی کھلی نمائش نہیں کرتی پھر رہی ہیں، لباس اتنا تنگ ونازک کہ جس سے جسم کے ہر نشیب وفراز کا مشاہدہ با آسانی کیا جا سکتا ہے۔اور اسی مشاہدہ کے بعد مرد کے اندر چھپے ہوئے جذبات شعلے بن کر بھڑک اٹھتے ہیں تو کہیں عصمت دری، زنا، گینگ ریپ تو کہیں چھیڑ چھاڑ جیسے واقعات رونما ہوتے ہیں۔دہلی کی اجتماعی گینگ ریپ میں وہ لڑکی جس پر جنسی زیادتی ہوئی تھی، وہ دیر رات اپنے بوائے فرینڈ کے ساتھ فیشن ایبل نیم عریاں کپڑوں میں سینما دیکھ کر واپس ہو رہی تھی۔اس طرح کا طرز عمل مردوں کو جنسی طور پر مشتعل کر دیتا ہے اور اس معاملے میں بھی یہی ہوا۔ایک رپورٹ کے مطابق جنسی زیادتی کے 60 سے 70 فیصد واقعات میں فیشن ایبل، پرکشش اور نیم عریاں لباس کا بہت بڑا دخل ہے۔

(۳) انٹرنیٹ:

بڑھتے ہوئے جنسی جرائم کی ایک بنیادی وجہ انٹرنیٹ بھی ہے۔حقیقت یہ ہے کہ یہ ایک بے جان شئی ہے جو کسی بھی سمت مڑ سکتی ہے۔یہ انفرادیت پسند اجنبیوں کی دنیا بھی ہے اور کئی برادریوں کا سنگم بھی۔یہ جہاں ایک طرف ادب، فن اور مذہب کی تبلیغ و ترسیل کرتا ہے وہیں دوسری طرف فحاشی، عریانیت اور پورنوگرافی کی تشہیر کر کے گھر گھر پہنچاتا ہے۔انٹرنیٹ مادی دور کا ایک عجوبہ ہے۔اس نے پوری دنیا کو ایک گاؤں میں تبدیل کر دیا ہے۔اس نئے دور میں زندگی اور معاشرے کا کوئی ایسا شعبہ نہیں ہے جو اس سے متاثر نہ ہو۔دفتر ہو یا گھر، علم ہو یا علاج، معیشت ہو یا ثقافت، فن ہو یا تفریح ہر میدان میں حاوی ہو چکا ہے۔ساری دنیا گھر کے اندر سمٹ کر آگئی ہے۔اور آنگن دنیا کی وسعتوں سے ہمکنار ہو رہا ہے۔انٹرنیٹ نے ایک نئی عالمی برادری ''ورچوئل کمیونٹی'' کو جنم دیا ہے۔اس کے ذریعہ مثبت اور تعمیری کام بھی کیا جا سکتا ہے اور منفی اور تخریبی کام بھی۔اس لئے کہ انٹرنیٹ بذاتہ نہ اچھا ہے اور نہ

برا۔اس کے استعمال کرنے والے دراصل اچھے اور برے ہوتے ہیں۔ یہ استعمال کرنے والے پر منحصر ہے کہ وہ اسے کس کام کے لئے استعمال کرتا ہے۔آج انٹرنیٹ کا استعمال تعمیری کاموں سے زیادہ تخریبی کاموں کیلئے ہوتاہے۔انٹرنیٹ پر موجود حیاسوز،ایمان شکن فحش مواد نوجوانوں کی بے راہ روی اوران کے اندر جنسی ہیجان برانگیختہ کرنے میں نمایاں کرداراداکررہے ہیں۔انٹرنیٹ پر لاکھوں کی تعداد میں پورنوگرافی کے ویب سائٹس موجود ہیں۔جن کے مشاہدین تمام طبقات کے لوگ ہیں۔لیکن سب سے زیادہ جوطبقہ اس میں وقت اور دولت صرف کررہاہے وہ نوجوانوں کاہے۔انٹرنیٹ پر موجود فحش مواد کے مشاہدین ساٹھ فیصد سے زائد غیر شادی شدہ نوجوان لڑکے اورلڑکیاں ہیں۔

انٹرنیٹ پر سیکس اور فحاشی کا بازار خوب گرم ہے۔لاکھوں جسم فروش کال گرلس انٹرنیٹ پر اپنی دکان کھول کر خاصی کمائی کر رہی ہیں۔وہیں کچھ جسم فروش مردوخواتین انٹرنیٹ پر لائیوفحاشی کا مظاہرہ کرتی ہیں۔ورچوئیل تکنیک کے ذریعہ لوگ کمپیوٹر پر ہی جنسی عمل کو دیکھ رہے ہیں۔ایک اندازے کے مطابق اس طرح کے ویب سائٹس نے 2005ء میں سات ارب امریکی ڈالر کا کاروبار کیاہے،جبکہ اس طرح کے سائٹس کے مشاہدین کی تعدادروزانہ لاکھوں سے متجاوز ہیں۔

پورنوگرافی پر فی سیکنڈ 3/لاکھ ڈالرخرچ کئے جاتے ہیں اور تقریبا 42/لاکھ ویب سائٹس کے 42/کروڑ صفحات اس کیلئے متعین ہیں۔امریکی پورنوگرافی پر سالانہ 4/بلین ڈالرخرچ ہوتے ہیں۔11/ہزار سے زائد فحش ترین ناولوں کی فروخت صرف امریکہ میں ہوتی ہے۔

رپورٹ ہے کہ ٹوکیو جاپان میں انٹرنیٹ سے متعلق جرائم کی شرح میں چھ مہینوں کے دوران دوگنا اضافہ ہواہے،جرائم کی ان وارداتوں میں ستر فیصد سے زائد لڑکیاں شکار ہوئی ہیں۔پولیس سال رواں کی پہلی ششماہی کے دوران 793 جرائم منظر عام پر آئے یہ تعداد سال گذشتہ کے مقابلہ میں دوگنا زیادہ ہے۔ان میں زیادہ تر چھیڑخانی کے واقعات تھے اوران میں زیادہ ترلڑکیوں کو نشانہ بنایا گیاہے۔95% فیصد جرائم انٹرنیٹ کے ذریعہ انجام دئے گئے تھے۔پولیس ترجمان نے بتایا کہ انٹرنیٹ کے ذریعہ کئے جانے والے جرائم میں کمی اسی وقت آسکتی ہے جب انٹرنیٹ سے متعلق سخت سے سخت قوانین نافذ کئے جائیں۔

اب توسخت گیر آزادی پسند Redical Feminist بھی یہ تسلیم کرنے لگے ہیں کہ پورنوگرافی زنا بالجبر کے واقعات کوجنم دیتی ہے۔رابن مارگن(Robin Morgan) کا جملہ اس سلسلے میں بہت مشہور ہوا: "Pornography is the theory and rape is the practice".

زنا بالجبر کے واقعات پر تحقیق کرنے والی مشہور ماہر نفسیات میلکنن کا کہنا ہے پورنوگرافی مردوں کے اندر سے خواتین کے ساتھ زیادتیوں کے متعلق حساسیت ختم کردیتی ہے۔زنا بالجبر کے ملزمین کی کیس اسٹڈی سے پتہ چلاہے کہ پورنوگرافی کی پیدا کردہ بے حسی کی وجہ سے وہ سمجھتے ہیں کہ دنیا کی ہرخاتون زنا کی خواہشمند رہتی ہے۔

انٹرنیٹ پر ہزاروں کی تعداد میں ڈیٹنگ ویب سائٹس موجود ہیں۔جہاں نوجوان لڑکے اورلڑکیوں کی تصاویر،عمر،رنگ، لمبائی وغیرہ تفصیلات کے ساتھ موجود ہوتے ہیں۔لوگ اپنا من چاہا جوڑا تلاش کرکے اس کے ساتھ عیاشی کرنے کے بعداس کی تفصیلات انٹرنیٹ پر لوڈ کردیتے ہیں تاکہ دوسرے لوگ اس سے استفادہ کریں۔انہیں چیزوں کودیکھ کر جنسی ہیجان میں اضافہ ہوتاہے اورنوجوان لڑکے اورلڑکیوں میں اخلاقی بگاڑ پیدا ہوتاہے۔وہ جنسی جرائم کی طرف مائل ہوتے ہیں۔ایک امریکی کمیشن نے امریکہ

میں ہونے والے جنسی جرائم کا سبب عریانیت کو قرار دیا ہے۔عریانی پر اٹارنی جنرل کے کمیشن نے اپنی آخری رپورٹ میں یہ سفارش کی ہے کہ عریانی کی صنعت کے خلاف کارروائی کی جائے۔اس لئے کہ عریانی کی اشاعت اکثر جنسی تشدد،جنسی جبر اور جنسی جارحیت کا سبب بنتی ہے۔اس لئے جنسی تشدد،عصمت دری کے واقعات کی روک تھام کے لئے پورنوگرافی پر کلی پابندی ضروری ہے۔

(۴)میڈیا:

اس وقت میڈیا کے ذریعہ پوری دنیا میں جس چالاکی اور عیاری کے ساتھ فحاشی کو فروغ دیا جارہا ہے وہ کسی پر مخفی نہیں۔عریانی ،فحاشی،بے راہ روی، ننگے مناظر کی نمائش اور شرمناک حد تک خواتین کی تشہیر واشاعت کا کام بڑے پیمانے پر جاری ہے۔اور میڈیا اس وقت یہودیوں کی منصوبہ بند سازش کو بروئے کار لانے میں نمایاں کردار ادا کر رہی ہے۔اس منصوبہ کے تحت مخلوط تعلیم مختصر زنانہ لباس، بے پردگی، عریاں فلمی پوسٹر، فلمی اداکاراؤں اور رقاصاؤں کی ہیجان انگیز تصاویر، رسائل واخبارات میں عورتوں کی برہنہ یا نیم برہنہ تصاویر کی اشاعت ،اشتہارات، سائن بورڈ، کمپنیوں کے لیبلوں پر لازمی زنانہ منظر، جنسی لیٹریچر کی ترویج واشاعت، گندے ناول، ریڈیو پر عشقیہ فلمی گانے، ٹیلی ویژن پر عریاں اور اخلاق سوز فلمیں انٹرنیٹ پر پورن سائٹس، موبائل فون کے ذریعہ فحش اور گندے ایس ایم ایس، ایم ایم ایس ڈیٹنگ وغیرہ بڑی عیاری کے ساتھ معاشرہ میں پھیلایا جارہا ہے۔جس کی وجہ سے عوام وخواص کی دینی غیرت وحمیت دن بدن گھٹتی جارہی ہے۔نوجوان دین سے متنفر اور عیاشی کے دلدادہ ہو رہے ہیں۔برائی خم ٹھونک کر میدان میں آ گئی ہے اور نیکی مسجد تک محدود ہو کر رہ گئی ہے۔

آیا ہے زمانہ بے حجابی کا عام دیدار یار ہوگا — سکوت تھا پردہ دار جس کا وہ راز پھر آشکار ہوگا
دیار مغرب کے رہنے والو خدا کی بستی دکاں نہیں ہے — کھرا جسے تم سمجھ رہے ہو وہ ہی زر کم عیار ہوگا
تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خودکشی کرے گی — جو شاخ نازک پہ آشیانہ بنے گا ناپائیدار ہوگا

علامہ اقبال نے جس بات کی پیشین گوئی کی تھی وہ پوری ہو رہی ہے۔مغربی اقوام اس بے حجابی،عریانی اور فحاشی کی تحریک کے مفاسد اور ان سے پیدا ہونے والے مہلک نتائج سے دوچار ہو چکی ہے۔فحاشی کی کڑیاں ایک دوسرے سے اس قدر مربوط ہیں کہ ایک کو دوسرے سے علاحدہ نہیں کیا جاسکتا۔اگر کوئی قوم حجاب کی ابتدائی کڑی کو توڑ دے تو لامحالہ فحاشی کی اتھاہ گہرائیوں تک پہنچ کر ہی دم لے گی۔عورت نے جب گھر کی چاردیواری کو توڑ ڈالا، تو اس کی زد آواز کے حجاب پر پڑی۔آوازوں نے عریاں ہو کر چہروں کو بے نقاب کیا، چہروں نے کھل کر نگاہوں کے پردے فاش کئے۔آزاد نگاہوں نے خیالات کو آزاد کردیا۔لباس کی قطع وبرید نے پہلے اعضاء حسن کو بے حجاب کیا پھر چہرہ، گلا، پنڈلی، ران اور کلائی کی نمائش شروع ہوئی۔عریاں حسن نے اعضائے شہوت کے پردے ہٹا دئے۔جب یہ مبادیات پورے ہوئے تو مقصد قریب تر ہو گیا اور بالآخر وہ شرمگاہیں بھی کھل گئیں جن کی حفاظت کیلئے حجاب کا سلسلہ قائم کیا گیا۔

(۵) ٹیلی ویژن:

ہندوستان میں ٹیلی ویژن کی شروعات تعلیم کے فروغ کیلئے ہوئی تھی۔لیکن جیسے جیسے کمرشیلائزیشن غالب آتا گیا ویسے ویسے یہ اپنے بنیادی مقاصد سے دور ہوتا چلا گیا ہے۔آج حال یہ ہے کہ ملک کے اکثر وبیشتر ٹیلی ویژن چینل پر سرمایہ داروں کا قبضہ ہے۔جو اس کا استعمال تفریحی پروگراموں اور اشتہارات کے لیے کر رہے ہیں تاکہ زیادہ سے زیادہ منافع حاصل ہوں۔نفع خوری کی ہوس نے ان سے صحیح اور

غلط کی تمیز چھین لی ہے۔

ٹی وی پر نشر ہونے والی فلمیں بالخصوص بلیو فلموں نے تو نوجوان لڑکے، لڑکیوں اور پورے سماج کو جنس زدہ بنادیا ہے۔ سیریلس اور ریالٹی شوز نے جنسی جرائم کو بڑھانے کے لیے آگ میں گھی کا کام کیا ہے۔ سیریلس کے ذریعے افیئر کلچر، شراب نوشی اور عریانیت کو خوب خوب بڑھاوا دیا جارہا ہے۔ SONY TV پر نشر ہونے والا پروگرام کرائم پیٹرول اور اس جیسے آدھا درجن پروگراموں کے ذریعہ جنسی جرائم کرنے کے نت نئے طریقے و حربے اور پولیس سے بچنے کی تدابیر بھی مجرموں کو سکھائے جارہے ہیں۔ پچھلے کچھ سالوں سے ریالٹی شوز کے نام پر عریانیت اور فحاشی کا فروغ اور لوگوں کی جنسی زندگی کو سڑک پر لے آنے کا کام کیا جارہا ہے۔ STAR ٹیلی ویژن پر نشر ہونے والا پروگرام ''سچ کا سامنا'' بھی انہیں میں سے ایک ہے۔

AXN چینل ایک تفریحی چینل ہے جس میں تفریح اور سیاحت کے نام پر خواتین کو نیم برہنہ انداز میں پیش کیا جاتا تھا۔ بعض اوقات جسموں پر کپڑا ہی نظر نہیں آتا تھا۔ اس طرح سے خواتین کی عزت وآبرو پامال کرنے پر عوام کی طرف سے احتجاج کے بعد حکومت ہند نے اس پر پابندی لگادی تھی، لیکن پھر سے اسے اجازت دیدی گئی ہے۔

Fashion TV پر دن بھر خواتین کے ملبوسات کے مختلف ڈیزائن کو پیش کرنے کیلئے جن ماڈلوں کو ریمپ پر چلایا جاتا ہے، نسوانی جسم کی جس طرح نمائش کی جاتی ہے اس سے شیطان بھی شرمسار ہوجاتا ہوگا۔ اسی ریمپ پر جب مردانہ لباس کی نمائش کیلئے کوئی مرد آتا ہے تو وہ مکمل کپڑے میں ہوتا ہے بمشکل ہی ستر کا کوئی حصہ نظر آتا ہے۔ حیرت کن واقعہ یہ ہے کہ 2008ء میں ایک فیشن شو میں ایک ماڈل ناز وادا کے ساتھ ریمپ پر چلتے ہوئے اپنے جسم اور کپڑے کی نمائش کررہی تھی کہ اتفاقا اس کا لباس نیچے گر گیا۔ وہ بالکل مادرزاد برہنہ ہوگئی۔ مارے شرم کے اس نے اپنی آنکھیں بند کرلی لیکن بے شرم میڈیا نے اس موقع کو غنیمت سمجھتے ہوئے اس کی جلدی جلدی تصویرا تارلی اور پھر کیا تھا آئندہ صبح یہ تصویر دنیا بھر کے اخبارات کی زینت بن گئی۔ ان تصاویر کو دیکھ کر جذبات کا برانگیختہ ہونا فطری بات ہے۔

CMS سنٹر فار میڈیا اسٹڈیز- دہلی کے ذریعہ کرائے گئے ایک سروے میں 47% ناظرین نے ٹیلی ویژن پر پیش کئے جانے والے عریاں پروگرام کو ہندوستانی تہذیب کے لئے نقصاندہ قرار دیا ہے۔ 56% ناظرین نے اس بات کا اعتراف کیا کہ ٹیلی ویژن پر دکھائے جانے والے پروگرام میں ننگا پن زیادہ ہوتا ہے اور اس سے نوجوانوں کی تعلیمی کارکردگی متاثر ہوتی ہے اور ان کے اندر جنسی جرائم کرنے کا جذبہ فروغ پاتا ہے۔

(۶) موبائل فون:

خواتین کے ساتھ جنسی زیاتی میں موبائل فون کے کردار سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا۔ موبائل فون دور جدید کی اہم ایجادات میں سے ایک ہے جو آج کل ضروریات زندگی میں داخل ہوکر معاشرے کو جونک کی طرح چوس رہا ہے۔ یہ آج ضرورت سے زیادہ فیشن بن گیا ہے۔ لوگ فخر ومباہات کے طور پر مہنگے مہنگے موبائل استعمال کرتے ہیں۔ گویا آج شخصیت نمائی کا تصور مہنگے موبائل کے بغیر ناقص ہے۔ ضرورت کی حد تک موبائل کی اہمیت وافادیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ لیکن ہر چھوٹے، بڑے، ضرورت منداور غیر ضرورت مند کے ہاتھوں میں موبائل ایک تشویشناک معاملہ ہے۔ طلباء وطالبات کے ہاتھ میں مہنگے موبائل کا ہونا زہر ہلاہل ہے۔ موبائل فون آج برائیوں کا ڈبہ بن گیا ہے۔ موبائل میں حسیناؤں کی برہنہ، نیم برہنہ تصاویر، فحش مناظر، حیاسوز فلموں کا ہونا

معمولی بات ہے۔مس کال سے شروع ہونے والی کہانی کا اختتام عصمت دری اور جنسی زیادتی پر ہوتا ہے۔ٹیلی فونک فرینڈ شپ رفتہ رفتہ عزت وآبرو کے ساتھ کھلواڑ اور عصمت تار تار ہونے کا سبب بن جاتا ہے۔موبائل پر عشق ومحبت کی گفتگو تنہائی اختیار کرنے پر آمادہ کرتی ہے۔پارکوں میں گوشہ نشینی کے مواقع کی ہمیشہ تلاش رہتی ہے اور آخر میں ردائے عصمت چاک ہوکر معاملہ ختم ہوتا ہے۔

(۷) مخدرات اور شراب نوشی:

شراب ام الخبائث ہے۔خواتین پر ہو رہے جنسی زیادتی میں اس ام الخبائث کے غیر معمولی کردار سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔زنا بالجبر کے بے شمار واقعات میں زانی حالت نشہ میں پایا گیا ہے۔بہت سی سماجی برائیاں اسی شراب نوشی کی وجہ سے وجود میں آتی ہیں۔اکثر اجتماعی عصمت دری کے واقعات میں شراب نوشی کا بنیادی کردار رہا ہے۔بہار میں شراب پر پابندی کی وجہ سے تقریبا 30 ر فیصد سے زیادہ جنسی زیادتی کے واقعات میں کمی واقع ہوئی ہے۔لہذا اگر ملک میں عصمت دری کے واقعات کی روک تھام کے سلسلے میں حکومت سنجیدہ ہے تو پھر شراب ونشہ آور چیزوں پر پابندی ضروری ہے۔لیکن یہ غیر ممکن کام ہے اس لئے کہ حکومت کو سب سے زیادہ GDP مخدرات اور شراب سے ہی حاصل ہوتا ہے۔

(۸) جنسی تعلیم یا سیکس ایجوکیشن:

مغربی ممالک کی نقالی میں ہندوستان نے بھی اسکولی سطح پر جنسی تعلیم کو لازمی قرار دیا ہے۔یہ وہ مہلک ہتھیار ہے جس سے نو عمر کمسن طلباء وطالبات کو دور رکھنا ضروری ہے۔کم سن طلباء وطالبات کو جنسی تعلیم دینا انہیں جنسی آوارگی کی راہ دکھانے کے مترادف ہے۔ممبئی کے کمشنر آف پولیس ستیہ پال سنگھ نے بڑھتی ہوئی جنسی زیادتی کی وجہ جنسی تعلیم کو بتایا ہے۔

مذکورہ وجوہات کے علاوہ اور بھی وجوہات گنائے جا سکتے ہیں،لیکن جنسی زیادتی اور عصمت دری کے فروغ میں ان کا کردار سب سے زیادہ نمایاں رہا ہے۔یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ جس معاشرے میں آزادانہ وبے باکانہ مردوزن کا اختلاط ہو،بے پردگی وعریانیت عام ہو،لڑکیوں کو گھر سے باہر جانے کی بے لگام کھلی آزادی ہو،تنگ وپرکشش لباس پہننے کی کھلی چھوٹ ہو،انٹرنیٹ اور موبائل فون کی سہولت ہو،رات کی تاریکی میں تنہا والدین سے چھپ کر عاشق کے ساتھ بات چیت قابل گرفت نہ ہو،سنیما وتھیٹر کے لئے جانا معیوب نہ سمجھا جاتا ہو،ٹیلی ویژن پر گھنٹوں غیر اخلاقی فلموں اور ڈراموں کو دیکھنے پر تنبیہ نہ کی جاتی ہو،جہاں کھلے عام شراب نوشی ہو،نشہ آور چیزیں،سیکس کو ابھارنے والی رنگ برنگی دوائیں اور عیاشی کے نت نئے سامان فراہم ہوں تو ظاہر سی بات ہے وہاں زنا، عصمت دری وغیرہ جیسی چیزوں کی کثرت ہوگی اور وہاں کے کلچر وسماج کا نظام درہم برہم ہوگا۔

لہذا عصمت دری کی روک تھام کے لئے مذکورہ برائیوں کی روک تھام سب سے پہلے ضروری ہے ورنہ ہماری کوشش بے سمت اور رائیگاں ہوگی۔خواتین کی عزت وآبرو اور ان کی تقدیس کے حوالے سے اسلامی تعلیمات سب سے جامع،وسیع اور مفصل ہیں۔اسلام نے اس مسئلے کی بیخ کنی کے لئے نہ صرف حدود متعین کئے بلکہ روزمرہ کی زندگی میں خفیہ اور علانیہ ہر اس چیز کے قریب تک جانے سے منع کیا ہے جو اس قسم کے شرمناک واردات کا باعث بنے۔اس باب میں اسلام کا قانون یک طرفہ نہیں ہے بلکہ اس میں فطرت انسانی کی کمزوریوں کی نشاندہی کر کے اس کے لئے حدود متعین کئے گئے ہیں۔یقیناً عصمت دری کے سلسلے میں اسلامی قانون سخت ہے لیکن اس کے نفاذ سے معاشرہ اس طرح کی شرمناک برائیوں سے پاک وصاف ہوجائے گا۔یہی وجہ ہے کہ آج اسلام دشمن طاقتوں کی طرف سے عصمت دری کے سلسلے میں اسلامی قوانین کے نفاذ کا مطالبہ کیا جا رہا ہے۔☆☆

شنقیط: سدا شاداب رہے

ڈاکٹر عبدالتواب خان

موریتانیا ابتداء میں بلاد تکرور کے نام سے جانا جاتا تھا۔ عرب لوگ اسے شنقیط کہتے تھے۔ شنقیط کا مطلب ہے: عیون الخیل یعنی گھوڑے کی آنکھیں۔ اصل میں یہ نام ادرار کے ایک گاؤں پر بولا جاتا تھا، جو صحراء کبریٰ کے مغربی حصہ کے ایک پہاڑ پر واقع ہے۔ پھر یہیں سے پورے ملک کا نام شنقیط پڑ گیا۔ فرانسیسیوں نے اس کی تشہیر موریتانیا سے کی۔ موریتانیا (MAURITANIA) ایک لاطینی لفظ ہے جس کا مطلب ہے کالے لوگ۔

شنقیط نے اپنے علمی مقام ومرتبے کی بنیاد پر بڑا نام کمایا، اس کے علماء مشرق میں پھیل گئے، ان کی کتابیں ہاتھوں ہاتھ لی گئیں۔ علماء شنقیط میں شیخ محمد شنقیطی بہت مشہور ہوئے، ان کی دوستی شیخ محمد عبدہ کے ساتھ بہت گہری تھی۔ شنقیط کے اسی علم وثقافت کی بنیاد پر حکومت سعودی عرب انہیں اپنے یہاں اقامہ پر ابھارتی تھی۔ یہ لوگ ہجرت کر کے سعودی عرب آئے اور یہیں کے ہو کر رہ گئے۔

یہاں پر دین اسلام پہنچنے کا واقعہ کچھ یوں ہے۔ عقبہ بن نافع بلاد مغرب فتح کرنے کے بعد آگے بڑھے اور بلاد تکرور و گھانا کو فتح کر لیا اور ۶۰ھ میں موریتانیا کی سرحدوں تک پہنچ گئے۔ پھر موسیٰ بن نصیر کی فتوحات سے پورے ملک میں اسلام پھیل گیا۔ آپ اموی خلیفہ ولید بن عبدالملک (۸۶-۹۶ھ) کے دور میں شمالی افریقہ کے گورنر تھے۔ اس وقت یہاں کی پوری آبادی مسلمانوں پر مشتمل ہے، یہاں کے لوگ اسلام اور مسلمانوں سے بہت محبت کرتے ہیں، ان کے دل میں امت مسلمہ کے لئے بہت تڑپ ہے۔

اس وقت موریتانیا میں اسلامی رجحان تین رئیسی گروپوں میں منقسم ہے، ان میں سب سے اہم گروپ سلفی برادری ہے۔ اس جھنڈے کے نیچے اکثر جامعہ ام القریٰ مکہ مکرمہ کے متخرجین ہیں۔ اس کے سب سے اہم اور سرگرم لوگوں میں عبدو محجم، محمد فاضل الامین اور محمد مختار الکا کی وغیرہ ہیں۔ دوسرا گروپ ان کا ہے جو راشد غنوشی کی تونس بیداری تحریک سے متاثر ہیں۔ اس کے سرگرم لوگوں میں بومیہ ولد ابیاہ ہیں۔ یہ گروپ موجودہ عالمی احداث اور سیاسی امور میں زیادہ دلچسپی لیتا ہے۔ تیسرا گروپ ''حاسم'' کے نام سے معروف ہے جو موریتانی تحریک کا اختصار ہے۔ یہ لوگ ابتداء میں الاخوان المسلمون مصر اور جماعت اسلامی پاکستان سے متاثر تھے۔ سید قطب اور مولانا مودودی کی کتابوں کا مطالعہ شوق سے کرتے تھے لیکن جب ایران میں خمینی انقلاب آیا تو ان لوگوں نے ساری توجہ باقر الصدر، علی شریعتی اور خمینی کی کتابوں کی طرف مرکوز کر دی۔ اس گروپ کے لیڈر محمد ولد عبداللہ ہیں جو جامعہ نواکشوط میں تاریخ کے استاذ ہیں۔

اسلام پہنچنے سے قبل شنقیط دو حصوں میں منقسم تھا: جنوبی منطقہ یا منطقہ نہر سنگال، یہ گھانا شہنشاہیت کے تابع تھا۔ مشرقی وشمالی منطقہ، یہ مشرقی جانب شمالی ٹمبکٹ، صحراء مالی تک پھیلا تھا۔ ان دونوں حصوں میں بربری اور نیگرو قبائل آباد تھے۔ شمالی منطقہ میں جدالۃ، لمتونہ اور مسوفہ جیسے قبائل تھے۔ ان تینوں قبیلوں کا تعلق صنہاجہ قوم سے تھا۔ صنہاجہ قبائل کے بارے میں

اکثر عرب نسابین کا کہنا ہے کہ ان لوگوں کی اصلیت قحطانی اور حمیری ہے۔ یہ لوگ یمن سے آئے تھے جبکہ بعض مورخین کا کہنا ہے کہ یہ لوگ بربر تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ اکثر شنقیطی قبائل کی اصلیت عربی ہے۔ بربروں کے پڑوس میں رہتے ان کے لب ولہجہ کچھ کچھ بربروں سے ملنے لگے۔ اصل شنقیط کے غیر عربی ہونے کا پروپیگنڈہ فرانسیسی استعمار نے کیا ہے، تاکہ ان کا رشتہ عربوں سے کاٹے رکھا جائے۔

ابوبکر بن عمر، مرابطین کا امیر تھا، وہ جنوب کی طرف آگے بڑھا، افریقہ کے کالے لوگوں کو اسلام سے روشناس کرانے پر کافی توجہ دی۔ وہ جنوب کے خوب اندر گھستے ہوئے نہر سنگال تک جا پہنچا اور گھانا کے بت پرست شہنشاہیت کا خاتمہ کردیا۔ گھانا کی یہ حکومت جنوبی علاقوں میں اسلام کی نشر واشاعت میں زبردست رکاوٹ بن رہی تھی۔ اس مملکت کا خاتمہ ہونا تھا کہ اسلامی وعربی اثرات پورے بلاد شنقیط اوراردگرد کے علاقوں میں پڑنے شروع ہوگئے۔

۱۰۷۶ء میں مرابطین کے ہاتھوں مملکت گھانا کے خاتمہ کے بعد مرابطین فوجیں مغربی افریقہ کے ان علاقوں میں گھس چکی تھیں جن پر آج مغربی افریقہ قابض ہے۔ مرابطین شمالی افریقہ، اندلس اور مغربی افریقہ کو ملا کر اسلامی اتحاد تشکیل دینے میں کامیاب ہوچکے تھے۔ لیکن انفصالی عوامل نے اس اتحاد کے آگے روڑے کا کام کیا۔ شنقیطی مورخین کا کہنا ہے کہ یوسف بن تاشقین کی اصل شنقیط ہی ہے، جو مغرب (مراکش) پر حکومت کرتے تھے۔

بلاد شنقیط میں مرابطین حکومت: منظر وپس منظر:

بربریوں کا امیر یحییٰ بن ابراہیم الکدالی ۴۲۴ھ ۱۰۳۳ء میں مکہ مکرمہ حج کرنے آیا۔ یہاں اس نے دیکھا کہ شنقیطی مسلمانوں کا دینی رسم ورواج مکہ والوں سے مختلف ہے لہٰذا اس نے اپنے ملک کی بدعتوں اور غلط رسوم ورواج کو ختم کرنے کا عہد کیا اور جب وطن واپس ہوا تو اپنے ساتھ ایک عالم دین عبداللہ بن یاسین الجزولی کو لے گیا۔ دونوں نے مل کر وہاں سے بدعت وخرافات مٹانے کا کام شروع کیا۔ لوگوں کی طرف سے اس پر سخت مخالفت ہوئی اور دونوں کو شنقیط کے ساحل پر جزیرۂ تیدرہ میں پناہ لینا پڑا۔ یہ دونوں وہاں پر اپنے منسک اور رباط میں رہتے تھے۔ آہستہ آہستہ وہاں پر ان کے مریدوں کی تعداد اتنی بڑھ گئی کہ ایک طاقتور جماعت کی شکل اختیار کرلی۔

اسی رباط سے یہ لوگ ۴۴۰ھ ۱۰۴۸ء میں کتاب وسنت اور امام مالک بن انس کے فقہ کو اساس بنا کر بدعتوں کا قلع قمع کرنے نکلے۔ اسی وجہ سے ان کا نام مرابطین پڑا۔ مرابطین دن بدن مضبوط ہوتے گئے، انہوں نے شمال میں سجلماسہ، اغمات اور بلادسوس پر قبضہ کرلیا۔ دوسری جانب نہر سنگال ہوتے ہوئے گھانا پر قابض ہوگئے اور وہاں پر اسلام کی زبردست نشر واشاعت کی۔ یوسف بن تاشقین (۱۰۸۷ء-۱۱۰۶ء) کے عہد میں جس نے اپنی دارالسلطنت شہر مراکش کو بنایا تھا، مرابطین حکومت قوت وسطوت میں اوج کمال کو پہنچ گئی۔

پندرہویں صدی عیسوی کے نصف اول میں پرتگالی شنقیط کے ساحلوں پر پہنچے۔ ۱۴۴۸ء میں جزیرہ ارگون (ARGUIN) میں پرتگال سنٹر قائم کیا گیا، پرتگالیوں نے اس سنٹر سے اپنا نفوذ سوڈان سے مراکش تک پھیلے ہوئے تجارتی

قافلوں کے راستوں پر بڑھانا چاہا۔ ۱۶۳۸ء میں ہالینڈ نے پرتگال کے خلاف جنگ میں کامیابی حاصل کرلی اور جزیرہ ارگون پر قبضہ کرلیا۔ فرانس، ہالینڈ اور انگلینڈ کے مابین جنگ بھی چھڑ گئی جو ۱۶۲۶ء میں شروع ہوئی اور ایک صدی سے زیادہ جاری رہی۔ یہ جنگ کندر کے نام سے معروف ہے۔ فرانسیسی سنگال تک پہنچ گئے اور سان لوئی جو شنقیط کے قریب واقع ہے اپنا ڈیرہ جمالیا۔ لویس ۱۴ (چہاردہم) کے زمانے میں فرانس نے سان لوئی کو تجارتی عملے کا اڈہ بنایا تاکہ فرانس تمام مغربی افریقہ جس میں شنقیط بھی شامل ہے نگہداشت کرسکے۔

کوپلانی (COPPOLANI) جو الجزائر میں بلدیہ کا ڈائرکٹر تھا، فرانسیسی وزیراعظم فالدک روسو کو شنقیط پر قبضہ کرنے کے منصوبہ پر عمل درآمد کے لئے قانع کرلے گیا۔ اکتوبر ۱۹۰۲ء کو ایک سرکاری بلٹن شائع ہوا، جس میں اکزاویر کوپلانی (XAVIER COPPLANI) کو شنقیط کا اٹارنی جنرل مقرر کردیا گیا۔ کوپلانی نے ہوشیاری کے ساتھ تمام عالم عربی واسلامی سے اپنے تعلقات مزید استوار کرنے شروع کئے، تاکہ کوئی نئی شورش نہ بھڑکنے پائے۔ اس نے عربی زبان کا اہتمام کیا، صوفیت کو بڑھاوا دیا، شیخ سیدنا جو قادریہ فرقہ کا لیڈر تھا، سے اپنا تعلق مضبوط بنایا۔ اس طرح کوپلانی پہلا وہ شخص ہے جو شنقیط پر قبضے کا راستہ ہموار کرچکا تھا۔

فرانس کا شنقیط پر قبضہ تین مراحل سے گزرا ہے، پہلا مرحلہ: ۱۹۰۰ء سے ۱۹۰۵ء تک، فرانسیسی اسے امن پسندانہ دخول کا مرحلہ کہتے ہیں، جبکہ اہل شنقیط اسے غیر مباشر قبضہ کا عہد مانتے ہیں۔ دوسرا مرحلہ: ۱۹۰۵ء سے ۱۹۱۴ء تک، گوروکی کمانڈنگ میں یہ فوجی کنٹرول کا عہد ہے۔ تیسرا مرحلہ: ۱۹۱۴ء سے ۱۹۳۴ء تک، یہ بلاد شنقیط پر مکمل قبضہ اور بچے کچے جنگجوؤں کے صفایا کا مرحلہ ہے۔

اہل شنقیط نے فرانس کے خلاف جہاد کا اعلان کردیا، احمد بن الدید ولد عساس، بکارول اسون احمد، سیدی احمد ولد عیدہ اور شیخ ماء العینین وغیرہ نے خوب ڈٹ کر مقابلہ کیا بالآخر فرانس کو بھی ملک چھوڑ کر جانا پڑا، اہل شنقیط آزاد ہوگئے۔ ۲۱/جون ۱۹۵۸ء کو المختار ولد دادہ کی صدارت میں اسلامی جمہوریہ موریتانیا کے نام سے یہ نیا ملک وجود میں آیا۔ مختار ولد دادہ نے دارالسلطنت سان لوئی سے نواکشوط منتقل کردیا۔

۲۰/اگست ۱۹۶۱ء کو موریتانیا میں باقاعدہ پہلا صدارتی انتخاب ہوا، مختار ولد دادہ واحد امیدوار تھے لہٰذا انہیں صدر چن لیا گیا۔ جنرل مصطفیٰ ولد محمد السالک نے جولائی ۱۹۷۸ء کو مختار ولد دادہ کا تختہ پلٹ دیا۔ جنرل مصطفیٰ کے بعد ۶/اپریل ۱۹۷۹ء کو احمد یوسف صدر بنے۔ احمد یوسف کے ایک ہوائی حادثہ میں انتقال کے بعد محمد خونا ولد ہیدلہ صدر بنائے گئے جو اس وقت وزیر دفاع تھے۔ معاویہ ولد سیدی احمد الطایع ۱۲/دسمبر ۱۹۸۴ء کو ایک انقلاب کے ذریعہ حکومت پر قبضہ کرکے خود صدر بن گئے۔ ۱۹۹۱ء میں معاویہ ولد سیدی احمد الطایع نے ایک جدید نظام کا اعلان کیا اور تمام سیاسی پارٹیوں کو بحال کردیا۔ ۱۹۹۶ء کے صدارتی انتخابات میں جنرل معاویہ ہی صدر جمہوریہ منتخب کئے گئے۔

صحراء کا قضیہ:

۱۹۵۶ء میں حزب استقلال کے لیڈر علال الفاسی نے مراکشی جریدۃ العلم میں ایک مقالہ شائع کیا جس میں انہوں نے زور

دیا کہ صحراء کبریٰ سے سنگال تک تمام مغربی حصوں کو مغرب میں شامل کیا جانا ضروری ہے۔طرفا یہ پر قبضہ کے بعد مغرب کی سرحدیں مورتانیا تک پہنچ گئی تھیں۔۳؍ستمبر ۱۹۵۸ء کو رباط میں ایک کانفرنس ہوئی جو موریتانیا وصحراء کانفرنس کے نام سے معروف ہے۔اس کے اہم قراردادوں میں شاہ محمد پنجم کے لئے ولاء کا اعلان اور موریتانیا وصحراء کو مغرب کا جزء لاینفک ماننا تھا۔کانفرنس کے شرکاء کی خواہش تھی کہ موریتانیا وصحراء کے مسئلہ کو اقوام متحدہ میں لے جایا جائے اور فرانس کی رائے شماری کی تجویز کو رد کردیا جائے۔

شاہ محمد پنجم نے مغربی وزارت خارجہ کو حکم دیا کہ وہ ایک مفصل رپورٹ تیار کرے کہ کیا قانون، ڈپلومیٹک اور تاریخی ناحیہ سے مغرب کا موریتانیا پر حق بنتا ہے؟ تاکہ مغرب ان دلائل کو اقوام متحدہ میں پیش کرسکے۔۱۹۶۰ء میں مغرب نے ایک وہائٹ پیپر شائع کیا کہ مغرب کا بلاد شنقیط پر حق بنتا ہے۔

بلاد شنقیط کی آزادی سے تھوڑا پہلے ۲۰؍اگست ۱۹۶۰ء کو مغرب نے اقوام متحدہ میں یہ اعلان کیا کہ شنقیط مغرب کے جنوبی صوبہ کا ایک جزء ہے، اس قضیہ پر اقوام متحدہ کے ممبران آپس میں منقسم ہوگئے۔افریقی ملکوں کے ممبران کا کہنا تھا کہ شنقیط کو آزادی ملنی چاہئے کیونکہ یہ آزادی خود اہل شنقیط نے حاصل کی ہے۔جزائر اور لیبیا، بلاد شنقیط کے موید ین میں سے تھے کیونکہ اہل شنقیط نے جزائری انقلاب میں ان کی مدد کی تھی، جبکہ اکثر عرب ممالک مغرب کی حمایت کرتے تھے۔مغرب کے شاہ محمد پنجم نے عرب ملکوں کا دورہ کرکے یہ بتایا کہ وہ شنقیط کے ساتھ کوئی معاہدہ اس وقت تک نہ کریں جب تک کہ اہل شنقیط یہ تسلیم نہ کرلیں کہ وہ مغرب کا جزء لاینفک ہیں۔

ماسکو نے موریتانیا (شنقیط) کو اقوام متحدہ کا ممبر ماننے سے انکار کردیا، اور کہا کہ وہ اس کے خلاف ویٹو کا حق استعمال کرے گا جب تک کہ اقوام متحدہ منگولیا کو ایک کمیونسٹ ملک کے طور پر اپنا ممبر نہ مان لے۔

۱۹۶۳ء میں دونوں ملکوں کے مابین وساطت کی ایک نئی کوشش ہوئی۔جزائری لیڈر احمد بن بیلا نے افریقن آرگنائزیشن کی تاسیس کو غنیمت جانتے ہوئے ایک رائے یہ پیش کی کہ مغرب کو موریتانیا (شنقیط) کی آزادی کو تسلیم کرلینا چاہئے اور موریتانیا کو صحراء کے مطالبہ سے دستبردار ہوجانا چاہئے۔

کچھ دنوں بعد تونس، الجزائر اور مصر وغیرہ نے موریتانیا کو تسلیم کرلیا۔مغرب نے بھی کچھ دنوں کی خاموشی کے بعد ۱۹۷۰ء میں تسلیم کرنے کا اعلان کردیا۔موریتانیا (شنقیط) نے خارجی امور کو آگے بڑھایا۔ماسکو پہلے ہی موریتانیا کو اقوام متحدہ کا ممبر نہ بننے دینے کے لئے ویٹو کا حق استعمال کرچکا تھا لہٰذا مختار ولد دادہ نے چین کا رخ کیا اور آٹھ ارب افریقی فرنک کے قرضے پر دستخط کئے، جس کی رو سے چین متعدد پروجیکٹ موریتانیا میں نافذ کرنے لگا۔

اکتوبر ۱۹۷۴ء میں رباط کانفرنس میں عرب لیگ نے یہ اعلان کیا کہ صحراء کا قضیہ مغرب وموریتانیا کا آپسی مسئلہ ہے۔اسپین داخلی مسائل سے دوچار ہوگیا، سلطنت کا بحران الگ نیا رخ اختیار کرگیا، کیونکہ باسک وطنیوں اور بائیں بازو کے لوگوں کو پھانسی کے پھندے پر لٹکایا جارہا تھا، جس سے پوری دنیا میں ہنگامہ ہوگیا۔عالمی رائے عامہ اسپین کے خلاف ہوگئی لہٰذا ۱۹۷۶ء کو اسپین نے صحراء کو مغرب وموریتانیا کے حوالہ کردیا۔پھر مغرب وموریتانیا کے مابین ایک اتفاق ہوا جس کی رو سے موریتانیا کو

صحراء کے جنوبی حصہ کا ایک تہائی ملا جو منطقۂ ریودی اورو کے نام سے معروف ہے۔ یہ منطقہ صرف ایک چوتھائی آبادی پر مشتمل ہے، جبکہ مغربی علاقہ جو فاسفٹ سے مالا مال ہے، مغرب کے حصہ میں آیا۔ لہٰذا موریتانیا نے مغرب سے مطالبہ کیا کہ اسے بھی اس سرمایہ سے کچھ حصہ ملنا چاہئے۔

ان تمام سرگرمیوں پر افریقن آرگنائزیشن کی طرف سے شدید نکتہ چینی ہوئی، کیونکہ افریقن آرگنائزیشن کے ممبران چاہتے تھے کہ جس طرح استعمار نے ممالک کو تقسیم کیا ہے اسی اعتبار سے اسے مستقل ملک کا درجہ دے دیا جائے۔ وہ حجم میں چاہے کتنا ہی چھوٹا کیوں نہ ہو لہٰذا جب اسپین نے صحراء سے اپنے قبضے کے خاتمے کا اعلان کیا تو پولیسار کے قائدین جو ملک بدری کی زندگی گزار رہے تھے ڈیموکریٹک صحراء کا اعلان کر کے مغرب و موریتانیا کے خلاف مسلح جدوجہد کا آغاز کر دیا۔ آہستہ آہستہ سات ہزار سے زائد جنگجو اکٹھا ہو گئے۔ لیبیا اور الجزائر نے ان کی پشت پناہی شروع کر دی۔ موریتانیا اپنی آمدنی کا ۲۵٪ دفاع پر خرچ کرنے لگا کیونکہ ان خطوں کی حفاظت کے لئے اسے ایک بھاری فوج کی ضرورت تھی۔ طاقت سے زیادہ دفاعی مصاریف نے موریتانیا کو معاشی طور پر قلاش بنا دیا۔ ملک کے اس نازک صورت حال کو دیکھتے ہوئے فوج نے مختار ولد دادہ کی حکومت کا تختہ پلٹ دیا۔ فوجی حکومت نے پولیسار چھاپہ ماروں سے معاہدہ کر کے مغربی صحراء کے اپنے حصہ سے دست برداری کا اعلان کر دیا۔ اس کے بعد ہی مغربی (مراکش) فوجیوں نے اس علاقہ پر قبضہ کر لیا۔

موریتانیا کے باشندے اسلام پسند ہیں، ان کو اسلام اور مسلمانوں سے بہت محبت ہے۔ عالمی مسائل میں موریتانیا کا موقف ہمیشہ مسلم برادری کے ساتھ رہا ہے۔ ۱۹۶۷ء کی عرب اسرائیل جنگ میں موریتانیا نے بھی متعدد عرب ملکوں کی طرح امریکہ سے سفارتی تعلقات منقطع کر لئے تھے۔ لیکن بدقسمتی سے یہ ملک اس وقت دوراہے پر کھڑا ہے۔ حکومت نے اسرائیل سے تعلقات قائم کر کے دارالسلطنت نواکشوط میں اسرائیلی سفارت خانہ کھولنے کی اجازت دے دی ہے۔ تجزیہ نگار اس اہم اقدام کے پیچھے بہت سارے اسباب بتا رہے ہیں۔ موریتانیا ہمیشہ اپنے دو پڑوسیوں مغرب (مراکش) اور الجزائر سے خوف کھاتا رہا ہے۔ الجزائر نے صدر بومدین کے عہد میں موریتانیا کے پہلے صدر مختار ولد دادہ کو اکھاڑ پھینکا تھا۔ اسی طرح مغرب سرے سے موریتانیا کے مستقل الگ ملک ہونے کا ہی مخالف تھا۔ امریکہ و اسرائیل کی پالیسی ہے کہ کسی اعتبار سے ان مسائل کو ہوا دے کہ موریتانیا کو عربی و اسلامی دنیا سے کاٹ دیا جائے، جو اسرائیل کے وجود کو ہی تسلیم نہیں کرتے۔ دوسرے موریتانیا کا محل وقوع حد درجہ حساس ہے، ایک طرف عربی افریقی ممالک الجزائر اور مغرب (مراکش) وغیرہ ہیں تو دوسری طرف مالی وسنگال وغیرہ، جبکہ ساحلی علاقہ بحر اٹلانٹک پر واقع ہے۔ صدر موریتانیا معاویہ ولد طایع نے تمام اسلامی پارٹیوں کی ناپسندیدگی کے باوجود اسرائیل سے رشتے استوار کئے تھے۔ نواکشوط میں اسرائیلی سفارت خانہ پر زبردست سرکاری سیکورٹی ہوتی ہے۔ حکومت کے لئے یہ کام ناکوں چنا چبانے سے کم نہیں ہے، اس لئے کہ بلاد شنقیط میں عام باشندوں کا ذہن اسلامی ہے اور فوج میں ان نوجوانوں کی کثرت ہے جو دینی سوچ رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ شنقیط کو نظر بد سے بچائے۔

☆☆☆

مسلم قیادت کا فقدان

وقت کا ایک بڑا المیہ

ابوصالح دل محمد سلفی/استاذ جامعہ سلفیہ بنارس

دور حاضر میں مسلمانان ہند سیاسی میدان میں مظلوم ومقہور اور بے چارگی کی زندگی سے دوچار ہیں، اس وقت ان کا کوئی سچا حامی نہ مخلص پرسان حال، اس بے سہارا قوم کے استحصال کرنے میں چھوٹی بڑی تمام سیاسی پارٹیوں کی ایک طویل تاریخ رہی ہے۔ الیکشن کے موقع پر اپنائیت وشفقت اور ہمدردی کی ایکٹنگ کرکے مسلمانوں کو دام فریب میں پھانسنا اور ان کی حمایت حاصل کرنا سیاسی بازیگروں کے لیے ایک عام سی بات بن گئی ہے۔ مسلم ووٹوں سے فتحیاب ہوجانے کے بعد ان کو طاق نسیاں کی زینت بنا دینا اور ان سے کیے گئے وعدوں اور ان کے مسائل کو سرد خانہ میں ڈال دینا ایک سیاسی چال بن گئی ہے، تعلیمی واقتصادی، سماجی وسیاسی وغیرہ زندگی کے دیگر شعبوں میں سرکاری مراعات سے محرومی کے سبب مسلم قوم ملک کے تمام صوبوں میں نسبتاً مفلوک الحال اور اپاہج ہوتی جارہی ہے۔ حالات کے تناظر میں اس قوم کا مستقبل، ماضی اور حال سے زیادہ پرخطر اور مایوس کن نظر آرہا ہے۔ وقفہ وقفہ سے ملک میں ہوئے مسلم کش فساد پر حکومت کا سوتیلا سلوک، میڈیا کی مجرمانہ خاموشی، لیڈران کا منافقانہ رویہ، ملک کے دشمن عناصر کے سامنے ہندوستانی فورسز کی بے بسی کا ڈرامہ ملک کی جمہوریت کے چہرہ پر ایک ناپاک دھبہ اور تاریخ ہند کا ایک سیاہ باب ہے، جس کی وجہ سے حکومت کے تئیں مسلمانوں کا اعتماد متاثر ہورہا ہے۔

آزاد ہندوستان میں مسلمانوں کی حالت زار کے اسباب ووجوہات پر غور وخوض کرنے والا ہر باشعور وہوش مند اور مخلص مسلمان سمجھ سکتا ہے کہ اس کی بنیادی اور سب سے بڑی وجہ مسلم قیادت کا فقدان ہے۔ آزاد بھارت میں مفسر قرآن مولانا ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ کے بعد مسلم قوم ایک اچھی اور باصلاحیت قیادت سے تاہنوز محروم ہے۔ مولانا ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ کے بعد مسلمانوں میں کوئی ایسا رہنما ابھرنے میں کامیاب نہیں ہوسکا جن کو ملکی سطح پر مسلمانوں کا متفقہ قائد بننے کا شرف حاصل ہوا اور انہیں برادران وطن وارباب اقتدار یہ سمجھتے ہوں کہ فلاں شخص کو مسلمانوں کا مکمل اعتماد حاصل ہے، اور مسلم قوم کے تعلق سے ان کی رائے حرف آخر ہے۔ کچھ مسلم رہنما گرتے پڑتے ایوان اقتدار تک پہنچنے میں کامیاب بھی ہوئے لیکن انہیں اپنے سیاسی آقاؤں کے ناراض ہونے کا خوف اس قدر دامن گیر رہا کہ وہ مسلمانوں کی صحیح نمائندگی نہ کرسکے جس کی وجہ سے انہیں ان کی خواہش وتمنا کے مطابق مسلم قوم کا اعتماد حاصل نہیں ہوا۔ کبھی کبھار ہماری سماجی وملی اور سیاسی قیادت وسربراہی کی اگر کسی نے ہمت وحوصلہ دکھانے کی کوشش وجرأت بھی کی تو اس کا حشر وانجام ناگفتہ بہ رہا، یا تو وہ گندی پالیسیوں وسازشوں کا شکار ہوکر گم نامی کی نذر ہوگیا یا ذاتی مفادات کی بھینٹ چڑھ گیا۔

یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ جب کوئی مسلمان کسی سیکولر پارٹی کے قائد بننے کی خواہش وکوشش کرتا ہے تو اس کی شخصیت کو مختلف زاویوں سے ایسی کسوٹی اور پیمانہ پر جانچنے اور پرکھنے کی بات کی جاتی ہے کہ اس پر کوئی انسان پورا اتر ہی نہیں سکتا ہے۔ اور ایک افسوس ناک حقیقت یہ بھی ہے کہ مسلم قائد کی کمزوری پر غیر مسلم سے زیادہ مسلم رہنما ہی نکتہ چینی کرتے ہیں، مسلم قائد کی باریک

سے باریک خامی اور چھوٹی سے چھوٹی کمزوری کو اس قدر بڑھا چڑھا کر بھیانک وخوفناک انداز میں پیش کرتے ہیں کہ عام مسلمان اس سے بدظن ومتنفر ہوجاتے ہیں۔ دراصل انہیں خوف رہتا ہے کہ اگر اس کی قیادت تسلیم کرلی گئی تو ہم کس کام کے رہیں گے۔

الغرض ہندوستانی مسلمانوں کو درپیش سیاسی مسائل ومشکلات کا بنیادی سبب مسلم قیادت کا فقدان ہے۔ مصائب وآلام سے نجات حاصل کرنے، عزت وسربلندی کی زندگی حاصل کرنے، مستقبل کے خدشات سے مسلم قوم کو بچانے، سیاسی بازیگروں کی سازشی زنجیروں سے آزاد ہونے اور حکمراں کی غداری وبدعہدی اور فریب ودسیسہ کاری کو ناکام کرنے کے لیے مسلم قیادت ناگزیر وشرط لازم اور وقت کی سب سے اہم ضرورت ہے۔

ہم الحمدللہ مسلمان ہیں، دین اسلام ہمارا مذہب ہے، شریعت اسلام دنیا کا واحد مذہب ہے جس نے اپنے ماننے والوں پر امیر ولیڈر کے انتخاب اور اس کی اطاعت کو فرض وواجب اور ضروری قرار دیا ہے اور اس کے باضابطہ قوانین وضوابط اور اصول واحکام بیان کیے گئے ہیں، قرآن وحدیث میں اس کی پوری تفصیل موجود ہے، نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: "إن أمّر عليكم عبد مجدع أسود، يقودكم بكتاب الله فاسمعوا له وأطيعوا" (رواہ مسلم برقم: ۱۸۳۸) اگر تمہارے اوپر کوئی کالا کلوٹا ناک کٹا غلام امیر مقرر کردیا جائے جو کتاب اللہ کی روشنی میں تمہاری قیادت کررہا ہو تو تم اس کی بات مانو اور عمل کرو۔

اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا: ﴿أطيعوا الله وأطيعوا الرسول وأولي الأمر منكم﴾ (النساء: ۵۹) اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو، پھر ان حاکموں اور امیروں کی جو تم میں سے ہوں۔

مذہب اسلام میں امیر ولیڈر اور حاکم منتخب کرنے پر کس قدر زور دیا گیا ہے، اس کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "إذا خرج ثلاثة في سفر فليؤمروا أحدهم" (رواہ ابوداود برقم: ۲۷۰۸) ''اگر تین مسلمان سفر کررہے ہیں تو وہ اپنا ایک امیر مقرر کرلیں''۔

کاش کہ ہم مسلمان اس قیمتی اور اہم اسلامی حکم کی حکمت ومصلحت اور اس کی ضرورت وافادیت کو سمجھتے ہوئے اس کو اپنائے ہوتے اور اس کو بروئے کار لائے ہوتے تو ہم مسلم قیادت کے فقدان کا رونا نہ روتے، ہمارے اتنے برے نتائج نہ ہوتے اور ہماری یہ درگت نہ ہوتی، ہم در در کی ٹھوکر نہ کھاتے، غیروں کے فریب کے شکار نہ ہوتے۔ ضرورت ہے کہ ہم بلا اختلاف مسلک متفقہ طور پر ایک ایسے مخلص سیاسی رہنما وقائد کا انتخاب کریں کہ ان کو ملک کے تمام مسلمانوں کا اعتماد حاصل ہو، اور مسلم قوم کے تعلق سے اس کی رائے حتمی وحرف آخر ہو۔ یقیناً اگر ایسا ہوجاتا تو ہم اپنی عظمت رفتہ کو پالیتے اور اپنا کھویا ہوا مقام ووقار حاصل کرلیتے اور حقیقت میں اس میں محض مسلمانوں ہی کا نہیں بلکہ پورے ملک اور دیش باسیوں کا فائدہ ہوتا۔ اس کے لیے ہمیں ذاتی مفاد کو ملی فائدے کے لیے قربان کرنا ہوگا، عصبیت وتنگ نظری سے دوری اختیار کرنی پڑے گی، مسلکی اختلاف وذاتی جھگڑا کو اس سے پاک رکھنا ہوگا، وسعت قلبی وسوجھ بوجھ سے کام لینا ہوگا، اور تمام مسلمانوں کو مل جل کر اتفاق واتحاد کے ساتھ ایک ایسا پلیٹ فارم تیار کرنا ہوگا جس میں مسلمانوں کے تمام مکاتب فکر اور ہر فرقہ ومسلک کے نمائندے موجود ہوں اور وہ کسی ایک قوم کے مخلص وہمدرد شخص کو لیڈر وقائد مقرر کرتے جو ہماری نمائندگی کرتے۔ اللہ ہمیں اس کی توفیق دے، آمین ثم آمین۔ ☆☆

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کا منہج

حسان ابوالمکرّم/ جامعۃ الملک سعود، ریاض

جب ہم لفظ صحابہ کا اطلاق کرتے ہیں تو اس سے ذہن میں اس جماعت اوران شخصیات کا تصور آتا ہے جن کے متعلق رب العزت نے فرمایا﴿رضي الله عنهم ورضوا عنه﴾(سورۃ البینۃ:۸)جن کی علامت وشناخت کی توضیح کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿محمد رسول الله والذين معه أشداء على الكفار رحماء بينهم......وأجرا عظيما﴾(سورۃ الفتح:۲۹) کہ محمد اللہ کے رسول ہیں اور جولوگ ان کے ساتھ ہیں کافروں کے حق میں سخت ہیں اور آپس میں رحم دل ہیں، ان کو دیکھو گے کہ رکوع اور سجدے کیے ہوئے ہیں، اللہ کا فضل اوراس کی خوشنودی طلب کررہے ہیں، سجدوں کے اثر ان کے چہروں پر ہے، ان کی یہی مثال تورات اور انجیل میں ہے اس کھیتی کے مانند جس نے اپنا انکھوا نکالا، پھر اسے مضبوط کیا اور وہ موٹا ہوگیا پھر اپنے تنے پر سیدھا کھڑا ہوگیا اور کسانوں کو خوش کرنے لگا تاکہ ان کی وجہ سے کافروں کو چڑائے، ان ایمان والوں اور نیک اعمال والوں سے اللہ نے بخشش اور بہت بڑے ثواب کا وعدہ کیا ہے۔

اسی طرح اللہ کے رسول ﷺ نے انہیں خیرالقرون کے لقب سے ملقب کیا ہے، اور محدثین نے ان کی عدالت پر اتفاق کیا، چنانچہ امام عبدالبر رحمہ اللہ نے اس سلسلے میں فرمایا:"الصحابة كلهم عدول، رضيون، ثقات، أثبات وهذا أمر مجمع عليه عند أهل العلم بالحديث"(التمہید ۲۲/ ۴۷)

اور ابن الصلاح رحمہ اللہ نے اپنی کتاب (المقدمۃ) میں یوں فرمایا:"الأمة مجمعة على تعديل جميع الصحابة"(الکفایۃ:۴۹)

اسی طرح جب لفظ (منہج) کا استعمال ہوتا ہے تو اس سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ اس سے مراد وہ واضح طریقۂ کار ہے جس کو انسان اپنائے، لہٰذا جب منہج میں تبدیلی اور سوء فہم کی آمیزش ہوگی تو انحراف، ضلالت اور گمراہی لازم ہوجاتی ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿وأن هذا صراطي مستقيما فاتبعوه ولا تتبعوا السبل فتفرق بكم عن سبيله﴾(سورۃ الانعام:۱۵۳) کہ یہ میرا سیدھا راستہ یہی ہے تو تم اسی پر چلنا اور دوسرے راستوں پر نہ چلنا ورنہ اللہ کے راستے سے الگ ہوجاؤ گے۔

اللہ کے رسول ﷺ کے زمانے میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم دین کو سیکھتے اور سکھاتے تھے اور جس چیز کو جان لیتے اس پر عمل پیرا ہو کر شمع اسلام کو زندہ رکھتے، اللہ کے حکم کی بجا آوری کرتے نیز اس کی نشر واشاعت کرتے، دوسروں تک پہنچاتے اور بلغوا عني ولو آية کا مصداق بننے کی حتی الامکان کوشش کرتے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں یہ واضح کردیا کہ رسول اللہ ﷺ کی مہم کیا تھی، فرمایا:﴿يتلو عليهم آياته ويزكيهم ويعلمهم الكتاب والحكمة وإن كانوا من قبل لفي ضلال مبين﴾(سورۃ الجمعۃ:۲) کہ وہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی آیتیں پڑھ کر سناتے اور انہیں شرک کی آلودگی اور گناہوں سے پاک کرتے نیز انہیں کتاب اور حکمت سکھاتے یقیناً وہ لوگ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے، اور اللہ تعالیٰ نے

یہ حکم دیا کہ:﴿وما آتاكم الرسول فخذوه وما نهاكم عنه فانتهوا﴾(سورۃ الحشر:۷) کہ جو کچھ رسول تمہیں دیں اسے لے لو، جو حکم دیں اس پر عمل پیرا ہو جاؤ اور جس چیز سے منع کریں اس سے پرہیز کرو، منہیات سے اجتناب کرو، اتنے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ یہ بھی بتا دیا کہ اطاعت اللہ اور اطاعت الرسول ﷺ ہی میں کامیابی اور کامرانی ہے، فرمایا:﴿ومن يطع الله ورسوله فقد فاز فوزا عظيما﴾(سورۃ الاحزاب:۷۱) اور رسول اللہ کی اطاعت کو اپنی اطاعت سے مقرون کیا ہے﴿ومن يطع الرسول فقد أطاع الله ومن تولى فما أرسلناك عليهم حفيظا﴾(سورۃ النساء:۸۰) اسی طرح اطاعت سے روگردانی اور اعراض کرنے والوں کے متعلق بھی فرمایا:﴿ومن يعص الله ورسوله فقد ضل ضلالا مبينا﴾(سورۃ الاحزاب:۳۶) کہ جو اللہ اور رسول ﷺ کی نافرمانی کرے گا وہ واضح طور پر گمراہ ہو گیا، دوسری جگہ فرمایا:﴿فليحذر الذين يخالفون عن أمره أن تصيبهم فتنة أو يصيبهم عذاب أليم﴾(سورۃ النور:۳۶)

بہر حال صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کا جو منہج تھا وہ رسول اللہ ﷺ کی اقتداء کے ساتھ ساتھ الجھے ہوئے مسائل میں آپ کی طرف رجوع کرنا نیز مامورات کی بجا آوری کرنا اور محرمات سے پرہیز کرنا، منہیات سے اجتناب کرنا، افراط وتفریط، غلو اور تقصیر سے دور رہ کر اتباع و پیروی کرنا، ہاں مگر جس حکم کے بارے میں یہ جان جاتے کہ منسوخ ہو گیا یا رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خاص ہے، یا کسی صحابی کے لیے خاص ہے، یا اس میں اختیار ہے، تو اس میں جو مطلوب ہے وہ کرتے، اسی طرح دین اسلام کی نشر و اشاعت اور تبلیغ کرتے، اس کا دفاع کرتے، شکوک وشبہات کا ازالہ کرتے اور اس دین کی حمایت کے لیے ہمیشہ تیار رہتے اور قربانیاں پیش کرتے،...... یہ تو اللہ کے رسول ﷺ کی زندگی میں حال تھا۔

نبی ﷺ کے انتقال کے بعد بھی جس طرح صحابہ رضوان اللہ علیہم کی زندگی میں آپ کے مطیع وفرمانبردار تھے اسی طرح وفات کے بعد بھی اس چیز کو لازم پکڑے رہے کیونکہ ان کو یقین کامل تھا کہ اصل کامیابی اور کامرانی اتباع کتاب وسنت، طاعت اللہ وطاعت الرسول میں مضمر اور پوشیدہ ہے اور رسول اللہ کی وصیت سے بخوبی واقف تھے "تركت فيكم أمرين، لن تضلوا ما تمسكتم بهما كتاب الله وسنة رسوله" (تخریج مشکاۃ المصابیح:۱۸۴، وحسنہ الالبانی) کہ میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں جب تک تم ان دونوں کو مضبوطی کے ساتھ پکڑے رہو گے گمراہ نہیں ہو گے، ایک تو کتاب اللہ یعنی قرآن کریم، دوسری سنت نبویہ۔ ان دونوں چیزوں کو اپنائے رہنے سے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا، کیونکہ یہی صحیح راستہ اور واضح مسلک ہے اور اسی میں سعادت وفلاح، اور کامیابی وکامرانی مضمر ہے، جیسا کہ ایک دوسری حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت ۷۳ فرقوں میں بٹ جائے گی، ایک فرقے کے علاوہ سب جہنم میں ہے، جب صحابہ کرام نے پوچھا کہ وہ لوگ کون ہیں تو فرمایا:"ما أنا عليه وأصحابي" جس طریقے اور منہج پر میں ہوں اور میرے صحابہ۔

لہٰذا اللہ کے رسول ﷺ کی اتباع کے ساتھ منہج صحابہ کو بھی اپنانا ہوگا، اس کے بغیر کوئی چارا اور چھٹکارا نہیں۔

الغرض یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے وفات نبی ﷺ کے بعد بھی اتباع کتاب وسنت کو جاری وساری رکھا اور اپنی من مانی یا تقلید، بے جا اختلاف، انکار حق وغیرہ سے دور رہے۔ ☆☆

عالم اسلام

ظل الرحمٰن سلفی رسنٹرل لائبریری

شاہ سلمان کو شاہ فیصل عالمی ایوارڈ:

مکہ مکرمہ: رواں سال میں (۲۰۱۷ء) شاہ فیصل عالمی ایوارڈ برائے خدمت اسلام سعودی فرماں روا شاہ سلمان بن عبدالعزیز کو نوازا گیا۔ شاہ سلمان کو یہ اعزاز حرمین شریفین اوران کے زائرین کی محافظت نیز خدمات، سیرت نبوی پر خصوصی التفات، سیرت نبوی کے تاریخی اطلس کے منصوبوں کے لیے اہتمام، بالخصوص عالم اسلام اور عرب دنیا کو درپیش مسائل وامکانات ومشکل حالات کے مقابلے کے لیے ان کی تگ ودو اور جدوجہد کے پیش نظر عنایت کیا گیا۔

العربیہ ڈاٹ نیٹ کی خبر کے مطابق یہ اعلان خادم حرمین شریفین کے مشیر، مکہ مکرمہ کے گورنر اور شاہ فیصل عالمی ایوارڈ کمیٹی سربراہ شہزادہ خالد الفیصل نے ۱۴۳۸ھ = ۲۰۱۷ء کے لیے پانچ شعبوں ایوارڈ جیتنے والوں کے ناموں کو بیان کرتے ہوئے کہا کہ مجموعی طور پر یہ ۳۹واں شاہ فیصل ایوارڈ ہے۔ (News-18 آن لائن)

شاہ سلمان کی قیادت میں ہند-سعودی عرب تعلقات:

عازمین حج کے کوٹے میں اضافہ کرنے سے متعلق ہندوستان اور سعودی حکومت کے مابین باقاعدہ معاہدہ پر دستخط ہو چکے ہیں، جس کے تحت حج ۲۰۱۶ء کے بالمقابل ۲۰۱۷ء میں ۳۴۵۰۰ کا مزید اضافہ ہو گیا ہے۔ مرکزی وزیر مملکت ہند اور سعودی وزیر مملکت برائے حج وعمرہ ڈاکٹر محمد بن صالح طاہر نے حج برائے ۲۰۱۷ء کے کوٹے میں اضافہ سے متعلق دستخط کیے۔ مسٹر نقوی نے یو این آئی کو یہ اطلاع دیتے ہوئے بتایا کہ یہ انتہائی خوشی کی بات ہے کہ سعودی حکومت نے ہندوستانی عازمین حج کوٹے میں ۳۴۵۰۰ کا اضافہ کر دیا ہے۔

گذشتہ سال (۲۰۱۷ء) میں ملک بھر سے ۲۱امبارکیش پوائنٹ سے تقریبا ۹۹۹۰۳ عازمین حج کمیٹی آف انڈیا کے ذریعہ جبکہ ۳۶ ہزار عازمین حج نے پرائیویٹ ٹور آپریٹروں کے ذریعہ حج کی سعادت حاصل کی تھی۔ وزیر مملکت ہند مسٹر نقوی نے مزید اپنے بیان میں کہا کہ وزیر مملکت سعودی عرب ڈاکٹر محمد صالح سے ان کی ملاقات بہت تعمیری رہی، جس میں ہندوستانی عازمین حج کے کوٹے میں اضافہ حج ۲۰۱۷ء میں عازمین حج کے ٹرانسپورٹ، رہائش اور حفاظتی انتظامات سے متعلق امور پر تفصیلی گفتگو ہوئی۔ (روزنامہ عوامی سالار ۱۲/۱/۲۰۱۷ء)

حلب میں بربریت کے ذمہ دار: اسد، روس، ایران:

امریکہ کے صدر براک اوبامہ نے شام کے شہر حلب میں نہتے شہریوں کے وحشیانہ قتل عام کی شدید مذمت کرتے ہوئے وحشت وبربریت کے سنگین جرائم کی ذمہ داری روس، ایران اور بشار الاسد پر عائد کی ہے۔ العربیہ ڈاٹ نیٹ کے مطابق واشنگٹن میں ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے صدر اوبامہ نے کہا کہ روس شام میں اسدی فوج کے جنگی جرائم کی پردہ پوشی اور دنیا کو دھوکہ دینے کی کوشش کر رہا ہے۔ حلب میں وحشیانہ حملوں پر پوری دنیا کا موقف ایک ہے۔ حلب میں نہتے لوگوں کی کشت وخون کی ذمہ داری شام کے صدر بشار الاسد، روس اور ایران پر عائد ہوتی ہے۔

صدر اوبامہ جن کی مدت صدارت ۲۰ر جنوری کو ختم ہو رہی ہے، مزید کہا کہ پورے حلب شہر کو ملبے کا ڈھیر بنا دیا گیا ہے، جنگ بندی معاہدہ ہونے کے باوجود شہریوں کی ہلاکتوں کی مسلسل خبریں آ رہی ہیں، حلب میں عالمی قوانین کی سنگین پامالی کی جا رہی ہے، ان تمام وحشیانہ کارروائیوں کی ذمہ داری روس، شام اور ایران پر عائد ہوتی ہے، انہوں نے کہا کہ اسد حکومت اور روس کے ہاتھ حلب کے معصوم شہریوں کے خون سے رنگین ہیں۔ (بی بی سی آن لائن) ☆☆

اخبار جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم) بنارس

دارالضیافہ میں محترم ناظم اعلیٰ کی اساتذہ کرام سے میٹنگ:

یکم دسمبر ۲۰۱۶ء بروز جمعرات، بمقام دارالضیافہ محترم ناظم اعلیٰ فضیلۃ الشیخ عبداللہ سعود حفظہ اللہ کی طلب پر ایک میٹنگ کا انعقاد عمل میں آیا۔ جس میں اساتذۂ جامعہ حفظہم اللہ نے شرکت فرمائی۔ میٹنگ میں محترم ناظم اعلیٰ حفظہ اللہ نے اساتذۂ کرام حفظہم اللہ کی ششماہی امتحان سے متعلق درج ذیل ہدایات دیں۔

(۱) تیاری امتحان ششماہی (۲۸/نومبر ۲۰۱۶ء بروز سوموار تا ۴/دسمبر ۲۰۱۶ء بروز اتوار) کے درمیان اساتذہ کرام جامعہ میں حاضر رہیں تاکہ ضرورت پر طلبہ اساتذہ سے رجوع اور استفادہ کرسکیں۔

(۲) امتحان گاہ میں اساتذہ کرام صحیح ڈھنگ سے نگرانی کریں اور نگرانی کے دوران غیر ضروری گفتگو وغیر متعلق کاموں سے کلی طور پر پرہیز کریں۔

(۳) آئندہ سے سوالات مدرس مادہ کے بجائے دوسرے اساتذہ سے (جامعہ کے اساتذہ کے درمیان بدل بدل کر) بنوایا جائے۔

(۴) جوابی کاپی صحیح ڈھنگ سے چیک کی جائے، اگر کسی طالب علم نے جواب ہو بہو نہیں لکھا ہے لیکن اس نے سلیقہ سے جواب دینے کی کوشش کی ہے تو اس کی حوصلہ افزائی کی جائے۔

ششماہی امتحان اختتام پذیر:

حسب پروگرام واعلان جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم) بنارس میں ششماہی امتحان ۵/دسمبر ۲۰۱۶ء بروز سوموار تا ۱۸/دسمبر ۲۰۱۶ء بروز اتوار رہا۔ الحمدللہ ہمیشہ کی طرح اس سال بھی ششماہی امتحان پرامن، صاف ستھرا اور اچھے انداز میں ہوا۔ طلبہ کی کثرت تعداد کی وجہ سے اس سال جامعہ میں ششماہی امتحان دو شفٹوں میں ہوا۔ پہلی شفٹ میں عالمیت وفضیلت اور کلیہ کے طلبہ کا امتحان ہوا، اس کے لیے صبح ۸/بجے تا ۱۱/بجے کا وقت مقرر تھا اور دوسری شفٹ میں متوسطہ اور ثانویہ کے طلبہ کا امتحان ہوا جس کے لیے دوپہر ۱۲:۴۵ سے ساڑھے تین بجے کا وقت متعین تھا۔ امتحان کی نگرانی کے فرائض جملہ اساتذہ جامعہ حفظہم اللہ نے بحسن وخوبی انجام دیا۔ امتحان کی نگرانی کے لیے اساتذہ کرام کے چھ گروپ بنائے گئے تھے، ہر گروپ پانچ اساتذہ پر مشتمل تھا۔

تعطیل ششماہی امتحان وموسم سرما:

جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم) بنارس میں ششماہی امتحان وموسم سرما کی تعطیل مورخہ ۲۳/ربیع الاول ۱۴۳۸ھ مطابق ۲۴/دسمبر ۲۰۱۶ء بروز سنیچر تا ۱۶/ربیع الثانی ۱۴۳۸ھ مطابق ۱۵/جنوری ۲۰۱۷ء بروز اتوار رہے گی۔ ۱۷/ربیع الثانی ۱۴۳۸ھ مطابق ۱۶/جنوری ۲۰۱۷ء سوموار سے جامعہ میں دوبارہ تعلیم شروع ہوجائے گی، ان شاءاللہ۔

(شعبۂ اطلاعات ورابطہ عامہ)

باب الفتاوی

سوال: کسی مسجد میں فرض نماز جماعت کے ساتھ پڑھنے والا شخص اسی فرض نماز کو دوسری مسجد میں جماعت کے ساتھ پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب بعون اللہ الوھاب ومنہ الصدق والصواب:

صورت مسئولہ میں واضح ہو کہ اگر کسی شخص نے جماعت کے ساتھ یا اکیلے فرض نماز ادا کر لی ہو پھر وہ کسی ضرورت کے تحت کسی دوسری مسجد میں آیا ہو اور وہاں پر لوگوں کو جماعت کے ساتھ نماز پڑھتے ہوئے پائے تو ایسی صورت میں اس شخص کو چاہئے کہ وہ ان لوگوں کے ساتھ نماز میں شامل ہو جائے اور اسے اپنی نفل نماز شمار کرے۔ جیسا کہ یہ حدیث اس پر واضح طور پر دلالت کرتی ہے:

"عن جابر بن يزيد بن الأسود العامری، عن أبيه، قال: شهدت مع النبی صلى الله عليه وسلم حجته، فصليت معه صلاة الصبح فی مسجد الخيف، فلما قضى صلاته انحرف فإذا هو برجلين فی أخرى القوم لم يصليا معه. فقال: "علی بهما" فجئ بهما ترعد فرائصهما، فقال: "ما منعكما أن تصليا معنا؟" فقالا: يا رسول الله إنا كنا قد صلينا فی رحالنا، قال: فلا تفعلا، إذا صليتما فی رحالكما ثم أتيتما مسجد جماعة فصليا معهم، فإنها لكما نافلة" یعنی حضرت یزید بن اسود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: ''میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ حجۃ الوداع کے موقع پر حاضر تھا۔ میں نے مسجد خیف میں آپ ﷺ کے ساتھ صبح کی نماز پڑھی۔ جب آپ ﷺ نے اپنی نماز پوری کر لی اور مڑے تو آپ ﷺ کی نظر لوگوں کے آخر میں موجود دو آدمیوں پر پڑی، آپ ﷺ نے فرمایا: ان دونوں کو میرے پاس لے آؤ۔ دونوں شخص لائے گئے اس حال میں کہ دونوں کے پہلو کا گوشت تھر تھر کانپ رہا تھا۔ (یعنی وہ دونوں رسول اللہ ﷺ کے خوف سے پریشان ہو رہے تھے اور گھبراہٹ سے ان کے پہلو اور شانوں کے درمیان کا گوشت لرز رہا تھا۔ یہ یاد رہے کہ آپ ﷺ بہت زیادہ رحیم وشفیق تھے۔ ان دونوں صحابہ میں جو ڈر تھا وہ صرف عظمت رسول ﷺ کی وجہ سے تھا) آپ ﷺ نے ان سے پوچھا: آپ دونوں کو ہمارے ساتھ نماز پڑھنے سے کون سی چیز مانع تھی؟ انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہم اپنے خیموں میں نماز پڑھ چکے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ایسا نہ کرو، آپ جب اپنے خیموں میں نماز پڑھ چکو، پھر جماعت والی مسجد میں آؤ تو ان کے ساتھ نماز میں شامل ہو جاؤ، یہ تمہارے لئے نفل ہے۔

اسی معنی ومفہوم کی روایت سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ میں حضرت محجن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: وہ کسی مجلس میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ موجود تھے۔ اذان ہوئی تو آپ ﷺ اٹھ گئے اور نماز پڑھ کر واپس تشریف لائے۔ محجن رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کے ساتھ نماز نہیں پڑھی بلکہ اپنی اسی مجلس میں بیٹھے رہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے دریافت کیا: تمہیں کس چیز نے لوگوں کے ساتھ نماز پڑھنے سے باز رکھا؟ کیا تم ایک مسلمان نہیں ہو؟ انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیوں نہیں، لیکن میں اپنے گھر والوں کے ساتھ نماز پڑھ چکا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب (مسجد میں) آؤ تو (فرض نماز پڑھنے والے) لوگوں کے ساتھ نماز پڑھو، اگرچہ تم پہلے نماز پڑھ چکے ہو''۔

الفاظ حدیث ملاحظہ فرمائیں:

"......أنه كان فى مجلس مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فأذن بالصلاة، فقام رسول الله صلى الله عليه وسلم فصلى، ثم رجع، ومحجن فى مجلسه لم يصل معه، فقال له رسول الله صلى الله عليه وسلم: ما منعك أن تصلى مع الناس؟ ألست برجل مسلم؟ فقال: بلى يا رسول الله، ولكنى قد صليت فى أهلى، فقال له رسول الله صلى الله عليه وسلم، فذكره ......الخ". (سلسة الأحاديث الصحيحة ۱۳۳۷، ج۳/ ۳۲۴،۳۲۵)

ان دونوں اور ان کے علاوہ اس معنی ومفہوم کے دیگر نصوص صحیحہ سے معلوم ہوتا ہے کہ فرض نماز ادا کر لینے کے بعد اسی فرض نماز کی اگر جماعت ہو رہی ہو تو جماعت میں شامل ہو کر نماز ادا کر لینا چاہئے، یہ بعد والی نماز نفل شمار ہوگی اور پہلی والی فرض ہوگی۔

دار الإفتاء
جامعہ سلفیہ (مرکزی دار العلوم) بنارس

☆☆☆